

تاریخ

برائے جماعت ہفتہ

فہرست مضمون

نمبر	عنوان	باب نمبر
1	مخالیہ سلطنت کی بنیاد	1
25	مخالیہ سلطنت کا استحکام	2
54	مخالیہ سلطنت کے معاشرتی اور ثقافتی حالات	3
75	مخالیہ سلطنت کا زوال	4
100	مخالیہ سلطنت اور انگریزوں کا عروج	5

تیار کردہ

بہترین تحریر کتب

گران: عیاش عاصم

مصنف: پروفیسر محمد کاظم علی
 برلنی ایک گران (گران)

نیکست بک، بیو کمپنی کے گران:

- پروفیسر اکبر ریاض احمد، سابق جیزیرہ میں اٹھی نیوٹ آف ہسٹری اینڈ ہنری، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔
- محمد ادیس اسد، ایجوکیشن آفیس، کری کولم ایڈ نیکست بک و سک، خصیٰ آف کمیشن ایڈ پشٹریشن ایڈڈ ذوقیٹسٹ، اسلام آباد۔
- ذا اکٹر راشد حمید، ذپیل سیکرٹری، پیچل لینکوں کی اخباری، اسلام آباد۔
- پروفیسر جاوید اقبال، گورنمنٹ کالج آف سائنس، وحدت روڈ، لاہور۔
- پروفیسر مہتاب علی خاں، پرنسپل (رینائزڈ) گورنمنٹ کالج آف سائنس ایجوکیشن، ناؤن شپ، لاہور۔
- عطا، الرحمان، عالیہ ایس ایس ایس، گورنمنٹ ہائی سکول، بڑی۔

مغلیہ سلطنت کی بنیاد

(Mughal Empire: The Foundation)

مذکورہ می مقاصد

اس باب کے مطالبے کے بعد طلب اس تاکلیں ہو سکیں گے کہ وہ:

۱۔ ظہیر الدین بابر کی بصریہ پاک و ہند کو فتح کرنے کی وجہات بیان کر سکیں۔

۲۔ راججوں، افغان جنگ اور بابر کی جوابی کارروائی پر بحث کر سکیں۔

۳۔ ہمایوں کو دریش افغان جنگ، اس کی جلاوطنی اور واپسی پر بحث کر سکیں۔

۴۔ شیرشاہ سوری کے اقتدار میں آنے اور اس کی حکومت کے استحکام کی وضاحت کر سکیں۔

۵۔ شیرشاہ سوری کے انتقامی ڈھانچے، ہوا صلاحی ڈھانچے اور عوایی، بہود کے اداروں کی نشاندہی کر سکیں۔

۶۔ شیرشاہ سوری کے جانشیوں اور ان کے کزادال سے متعلق بحث کر سکیں۔

ظہیر الدین محمد بابر

(1526ء - 1530ء)

بزریہ پاک و ہند میں سلم حکمرانی کا سلسلہ 633ء میں کران سے شروع ہوا۔ 712ء میں محمد بن قاسم سندھ اور ملتان میں آئے۔ پھر مختلف اداروں میں سلطان محمود غزنوی، سلطان محمد شہاب الدین خوری، سلطان قطب الدین ایک اس کے بعد علاء الدین خلیجی اور محمد بن تغلق نے اپنے اپنے دور حکومت میں سلم اقتدار کو مضمون کیا۔ یہ سلسلہ مختلف خاندانوں کی حکومتوں کی صورت میں جاری رہا۔ 1526ء میں ظہیر الدین محمد بابر نے پانی پت کی پہلی جنگ میں سلطان ابراهیم لوہی کو شکست دے کر مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھی۔ بابر 1483ء میں فرغانہ (اب از بکستان میں واقع ہے) میں پیدا ہوا۔ بابر کے والد کا نام عمر شیخ مرزا تھا، جو فرغانہ کا حاکم تھا۔ عمر شیخ مرزا ایک چھٹائی ترک تھا اور امیر تیمور کے خاندان سے تھا۔ بابر کی والدہ تغلق نگار خانم، کاشنگر کے حاکم یوسف خاں کی بیٹی تھی۔ اس کا سلسلہ نب مشہور

مغلول سردار چکیز خاں سے ملتا تھا۔ اس طرح بابر کی رگوں میں وسط ایشیا کے دو مشہور حکمرانوں کا خون تھا۔ اسے دراثت میں مغلولوں کی طاقت اور رُنگوں کی ہمت و جرأت ملی تھی۔ بابر رُنگی زبان کا لفظ تھے، جس کا معنی "شیر" ہے۔

تعالیٰ و تربیت



ملکی ساخت کو ہاتھی نہیں اور احمد بن جہان

بابر کے والد نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ اُس نے بابر کو فارسی، عربی اور ٹرکی زبانوں کے علم و ادب کے علاوہ فرن شعر گوئی بھی سکھایا۔ شخصی تربیت میں اس پر اُس کی نافی اور والدہ کا بہت اثر تھا۔ بابر نے اپنی خود نوشت "زِک بابری" میں لکھا ہے کہ جرأت اور مشکل وقت میں خود اعتمادی کو برقرار رکھنے کا سیقتہ اُس نے انھی خواتین سے سیکھا۔ بابر نے خوبصورت پہاڑی علاقے میں پروش پائی، اس لیے اسے فطرت اور قدرتی صن سے لگاؤ تھا۔ بابر نے کم عمری میں ہی شمشیر زنی، تیر اندازی اور شہسواری جیسے مردوں کی حرب میں خوب مہارت حاصل کر لی تھی۔

علمی و ادبی ذوق

بابر پر آثار ادب اور دلنشیں شاعر تھا۔ ٹرکی اور فارسی دونوں زبانوں پر اسے عبور حاصل تھا۔ اس کا شمار ٹرکی زبان و ادب میں چھتائی لمحے کے اہم انشا پردازوں میں ہوتا ہے۔ اس کی خود نوشت "زِک بابری" اپنے اندازہ بیان اور دلپڑ مسود کے باعث اعلیٰ درجے کے ادب میں شمار کی جاتی ہے۔ زِک بابری کا دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے۔ بابر کی اس کتاب سے اس دور کے سیاسی حالات سے لے کر عام لوگوں کی زندگی کے بہت سے گوشوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ پُر صفت پاک و ہند کے بارے میں بالخصوص بابر کی معلومات حیرت انگیز ہیں۔

عملی زندگی کی ابتدا

1494ء میں بابر ایمپریارہ برس کا تھا کہ اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ کم عمری میں ہی اسے ریاست کی حکمرانی کا کام سنچالنا پڑا۔ یہاں سے بابر کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ بابر کی تمام عملی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے دور میں وہ وسط ایشیا میں اپنی سیاسی حیثیت منوانے کے لیے کوششیں کرتا رہا مگر اس میں ناکامی کے بعد اس نے دوسرے دور کا آغاز ہندوستان میں اپنی حکومت کے قیام سے کیا۔

بابر کی وسط ایشیائی مہم جوئی

بابر کے زمانے میں وسط ایشیا میں دواہم سیاسی حریف تھے۔ ان میں سے ایک شاہ ایران اور دوسرا شیبانی خان تھا۔ چنگیز خان کی دسویں پشت میں شیبانی خان آتا ہے۔ اس نے وسط ایشیا میں ایک عظیم سلطنت قائم کی۔ یہ سلطنت 1500ء سے 1598ء تک قائم رہی۔ بابر جب تک وسط ایشیا میں رہا، اس کی شیبانی خان سے ختلا ایساں جاری رہیں۔

سرقد کو فتح کرنے کی کوششیں

سرقد امیر تیمور کا پایہ تخت رہا تھا۔ یہ دنیا کے خوبصورت شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہ شہر اس زمانے میں بہت بڑی تجارتی مرکز تھا۔ جہاں پر کئی ممالک سے سامان تجارت ایا جاتا تھا۔ امیر تیمور سے نسبت اور خوبصورتی کے باعث بابر سرقد پر اپنا قبضہ جانا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ اس تاریخی شہر پر قبضے سے اس کو معاشی اور سیاسی فائدے بھی حاصل ہو سکتے تھے، لہذا بابر نے فرغانہ پر اپنے اقتدار کو مضمون ہنا کہ 1496ء میں سرقد پر حملہ کیا گھرنا کام رہا۔ ایک سال بعد اس نے پھر کوشش کی، جس میں وہ کامیاب ہوا۔

سرقد میں رہتے ہوئے اُسے تریا تین ماہ ہی گزرے تھے کہ اسے اطلاع ملی کہ فرغانہ پر اس کے چیازاد بھائی نے قبضہ کر لیا ہے۔ بابر نے فوراً سرقد چھوڑ کر فرغانہ کا رخ کیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اس کے چیازاد بھائی نے سرقد پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح بابر نے فرغانہ کے لیے سرقد چھوڑ دیا مگر ایک کوپانے کی بجائے دوسرے کو بھی کھو دیا۔ وہ بھی ہٹ ہارنے والا تھا۔ اُس نے سرقد اور فرغانہ کو حاصل کرنے کی پھر کوشش کی گھرنا کام رہا۔ آخر 1498ء میں وہ ان دونوں علاقوں میں سے فرغانہ کو پھر فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس زمانے میں شیبانی خان نے سرقد کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ 1500ء میں بابر نے سرقد کو فتح کر لیا مگر آٹھ ماہ بعد شیبانی خان نے یہ علاقہ پھر اس سے

چھین لیا۔ اسی دوران میں فرغانہ سے باہر کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر اس کے چچا زاد بھائی نے پھر فرغانہ پر قبضہ کر لیا۔
کابل اور قندھار پر ہابر کا پیشہ

ان حالات و واقعات کی روشنی میں باہر اور اس کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کامل اور قندھار پر اپنی حکومت قائم کریں، اس لیے باہر نے 1504ء میں کابل فتح کیا اور 1511ء میں شاہ ایران کی مدد سے قندھار فتح کیا۔ اس طرح باہر نے کابل اور قندھار پر اپنی حکومت کو تسلیم کیا اور پھر بر صیر پاک و ہند کی طرف بڑھا۔

باہر کے بر صیر پاک و ہند پر حملے کی وجوہات

کابل میں قیام کے دوران میں باہر نے بر صیر پاک و ہند کا رخ کیا۔ ابتدائی طور پر باہر نے بر صیر پاک و ہند پر، یہاں کے جغرافیائی اور سیاسی حالات سے آگاہی کے لیے 1516ء سے 1524ء تک چند چھوٹے حملے کیے۔ اس دور میں بر صیر پاک و ہند کے شہابی علاقوں پر ابراہیم لوڈھی کی حکومت تھی۔ ابراہیم لوڈھی اپنے ذاتی روپیوں اور سیاسی خواہشات کے باعث اپنے لیے ملکات پیدا کر رہا تھا۔ اس کے امر اور افرسان اس کی سخت مزاجی سے ناراض تھے، بلکہ پنجاب کے گورنر دولت خاں لوڈھی نے تو ابراہیم لوڈھی سے تنگ آ کر باہر کو حملہ کرنے کی دعوت دے دی اور اسے اپنی مدد کا یقین بھی دلایا۔ باہر نے دولت خاں لوڈھی کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے لاہور پر حملہ کیا۔ ابراہیم لوڈھی کی فوج کو حکمت دے کر باہر نے 1524ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا۔ دولت خاں لوڈھی کا خیال تھا کہ باہر اسے لاہور کی حکومت دے کر واپس چلا جائے گا مگر باہر نے لاہور میں اپنا ایک گھر ان گورنر مقرر کیا اور دولت خاں لوڈھی کو صرف جالندھر کا علاقہ دیا۔ باہر کے کابل جانے کے بعد دولت خاں لوڈھی نے دوبارہ پورے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ باہر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے مقرر کردہ گورنر کو کارروائی کرنے کو کہا مگر اس وقت پنجاب کے قریب اتمام حکمران دولت خاں لوڈھی سے مل پکھے تھے۔ ان حالات میں باہر نے خود ہندوستان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

باہر کی شخصی خوبیوں کی شہرت جب ابراہیم لوڈھی کے امر ایک پہنچی تو انہوں نے اسے ایک بہتر تبادل سمجھتے ہوئے اپنی وفاداریاں بدل لیں۔ ان میں سے اکثر نے باہر کو ہندوستان پر حملے کے سلسلے میں مدد کی پیش کش کی۔

پانی پت کی پہلی چنگ 1526ء

باہر کابل سے ہندوستان کے علاقوں کی طرف روانہ ہوا اور بغیر کسی مراحت کے سیالکوٹ پہنچ گیا۔



نقشے میں پانی پت کے میدان کی نشان دہی کی گئی ہے۔

دولت خاں لوہگی کا بابر کے مقابلے میں تھرہ مشکل تھا، لہذا اُس نے فوراً اطاعت قبول کر لی۔ پنجاب کے مغربی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد بادر دہلی کی جانب بڑھا۔ اسی دوران ابرائیم لوہگی ایک بڑے شکر کے ساتھ پانی پت کے میدان میں پہنچ گیا۔ یہ لاٹی اپریل 1526ء میں لڑی گئی، جس میں بابر کو فتح ہوئی۔ دہلی کو فتح کرنے کے بعد بابر ایک فاتح کی حیثیت سے آگرہ میں داخل ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ پانی پت آج کل بھارت کے ایک صوبے پنجاب کا ایک شہر ہے۔ یہ دہلی سے شمال کی طرف قریباً 80 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

بابر کی پانی پت کی جنگ میں کامیابی کی وجوہات

بابر کی پانی پت کی جنگ میں کامیابی کی وجوہات درج ذیل تھیں۔

1- منظم فوج

ظہیر الدین بابر کی فوج تعداد کے لحاظ سے کم تھر ہر لحاظ سے ایک منظم فوج تھی۔ بابر اپنی فوج میں نظم و ضبط کو خصوصی اہمیت دیتا تھا۔ اگر کسی سے کوتاہی ہوتی تو اسے مثالی سزا دیتا تھا کہ دوسرے بھی اس سے عبرت پکڑیں۔ بابر کی فوج کے مقابلے میں ابراہیم لوڈھی اور رانا سانگ کی افواج کی تعداد بہت زیاد تھی گران دونوں میں نظم و ضبط نہ تھا۔ بابر نے اس بندھی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ہندوستانی فوج مرنا تو جانتی ہے، لڑنا نہیں“

2- توپ سے بارود چینکنے کی میکنا لوجی

بابر پہلا شخص تھا جس نے بزرگی پاک و ہند میں توپ سے بارود چینکنے کی میکنا لوجی استعمال کی۔ اس کی فوج میں اس کام کے لیے ایک مخصوص دستہ تھا، جس کی تیاری ایک ماہر تو پہنچی کرتا تھا۔ بابر کی فوج میں توپخانے کا ہوتا تھا، اسے اپنے حریقوں پر فوجی برتری دلانے کے لیے کافی تھا۔ دوسرے جگلی، تھیار، تیر اور تکوار وغیرہ کا استعمال، توپ کے مقابلے میں م مؤثر تھا۔ توپ خانے سے اپنے حریف کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا جا سکتا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ابراہیم لوڈھی کے ہاتھیوں نے جنگ میں توپ خانے سے ہر اساح ہو کر جب بھاگنا شروع کیا تو اپنی فوج کو ہی کچلے گئے۔ اس سے ابراہیم لوڈھی کی فوج کی مرکزی قوت ثبوت گئی۔

3- فوجی حکمت عملی

بابر ہر جنگ سے پہلے جگلی حکمت عملی بناتا تھا۔ وہ جنگ سے پہلے اور گرد کا ماحول، اپنی طاقت، دشمن کی طاقت اور اپنے سپاہیوں کی کارکردگی کو مدد نظر رکھتا تھا۔ مثال کے طور پر پانی پت کی جنگ میں اس کا مقابلہ ایک بہت بڑے لٹکر سے تھا۔ اس نے اپنی فوجی کمی کو پورا کرنے کے لیے پچھزوں کی قفاروں کا استعمال کیا، جس کا مقصد دشمن کو پیش قدمی سے روکنا تھا۔ اسی طرح بابر خندق کھود کر یاز کا دشمن کھڑی کر کے اپنی فوج کو چاروں طرف سے محفوظ کر لیتا تھا۔ میدان جنگ میں لا ای کے وقت ہر حرکت سے بخوبی آگاہ رہتا اور نہایت حاضر داغی سے فوری فیصلے کر کے اپنی فوج کی سرگرمیوں کو

کشروں کرتا تھا۔ باہر کے مقابلے میں ہندوستانی فوج کے جر نیل جنگی حکمت عملی سے بہتر طور پر واقف نہ تھے۔ مثال کے طور پر ابراہیم اودھی نے اپنی فوج کو کسی ترتیب یا طے شدہ حکمت عملی پر لڑانے کی بجائے بعض بیت المقدسی اور بدلتی سے لڑایا۔

4۔ فوج میں لڑنے کا جذبہ

باہر کی فوج اپنے وطن سے بہت دور تھی۔ یہاں معمولی غلطی کا مطلب موت اور ذلت تھی، اسی خیال سے باہر کی فوج کی اہلیت اور لڑنے کا جذبہ بڑھ جاتا تھا۔ اس کے برعکس ہندوستانی سپاہیوں میں لڑنے کے جذبے اور لظم و خبط کا فقدان تھا۔

جنگ کنوا ہے 1527ء

باہر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دینے والوں میں میواز (راجستان) کا حکمران رانا سانچا بھی شامل تھا۔ رانا سانچا کا خیال تھا کہ باہر اپنے جید امجد امیر تیمور کی طرح لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد جو بحران پیدا ہو گا، اس سے فائدہ اٹھا کر وہ ایک راجپوت ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ باہر کے ہندوستان میں مستقل قیام کرنے کے فیصلے سے رانا سانچا کو اپنے عزم پورے ہوتے نظر نہ آئے تو اس نے باہر کو ہندوستان سے نکالنے کا فیصلہ کیا۔

باہر اور رانا سانچا کی فوجوں کا آمنا سامنا آگرہ کے نواحی میں کنوا ہے کے میدان میں ہوا۔ رانا سانچا کا لشکر ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ باہر کے سپاہی یہ لشکر کیچھ کر گھبرائے گے۔ اس پر ایک بھروسی کی پیش گوئی نے ان کی پریشانی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ اُس بھروسی کا کہنا تھا کہ اس جنگ میں ستارے باہر کے حق میں نہیں۔ باہر کے سپاہی تو بالکل ہی دل چھوڑ بیٹھتے تھے۔ باہر نے اس صورت حال میں سپاہیوں میں جذبے کو ابھارنے کے لیے ایک پر جوش تقریر کی، جس سے اُس کی فوج میں ایک نئی لہر دو گئی۔

باہر نے اپنی فوج کو جمع کر کے یہ تقریر کی:

”کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے وطن اور اس ملک کے مابین مہینوں کی مسافت حائل ہے۔ اگر ہم ہار گئے، (ہمیں اللہ تعالیٰ اسی ذلت اور اس وقت سے بچائے!) تو ہمارا حشر کیا ہو گا۔ ہم کہاں ہوں گے، ہمارا وطن اور شہر کہاں

ہو گا۔ ہمیں اجنبیوں اور غیر ملکیوں سے دوچار ہونا ہو گا۔ ہر شخص یاد رکھ کر جو بھی اس دنیا میں آتا ہے وہ فنا ضرور ہوتا ہے۔ جو زندگی شروع کرتا ہے اسے آخر موت کا پیارہ پینا ہی پڑتا ہے۔ شاندار موت، ذلت و بد نامی کی زندگی سے بہتر ہے، اس لیے بہتری ہی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے سامنے دو تبادل رکھ لے۔ ایک یہ کہ وہ صرف خدا کی راہ میں لڑے گا، فتح پائے گا اور عازی کھلانے گا۔ ورنہ لڑتے لڑتے مر جائے گا اور شہادت کا درجہ حاصل کرے گا۔ یہی دو باتیں ہماری بہودی کی ضامن ہیں۔“

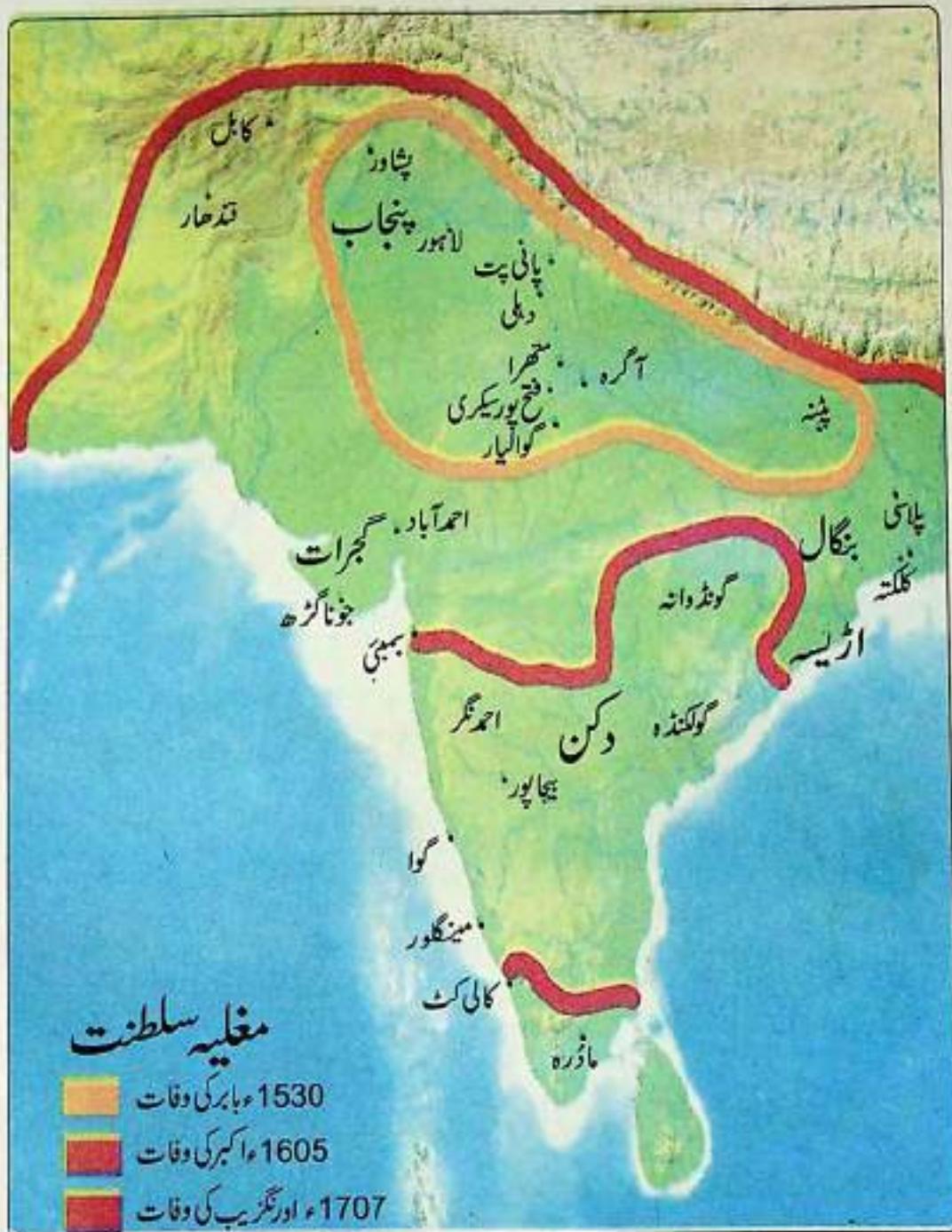
اس تقریر سے فوج میں جوش و جذبہ مکمل طور پر بحال ہو گیا۔ بہ نہ مل کر عہد کیا اور قرآن مجید کی حرم کھائی کر آخري دم تک دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ جنگ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ باہر کی اس جنگ میں حکمت عملی کم و بیش پانی پت جیسی تھی۔ باہر کے توپخانے نے رانا سانگا کی فوج میں بھگڑڑ چادری۔ رانا سانگا اس حالت جنگ میں خخت پر بیشان تھا۔ اس نے جنگ کا پانسا اپنے حق میں کرنے کی انتہائی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر سے میدان سے بھاگتے ہوئے پکڑ لیا گیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔

چندیری کی فتح

کتوابہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد باہر نے چندیری کا رخ کیا۔ یہاں رانا سانگا کا ایک جرثیں موجود تھا۔ باہر نے صلح صفائی سے چندیری کو زیر تسلط لانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر باہر نے قلعے کا حاصرہ کر لیا۔ فریقین بہادری سے لڑے مگر جیت باہر کی ہوئی۔ پانی پت اور جنگ گھاگرا میں تخت کے بعد افغانوں نے بھار اور بیگان میں بھی اپنی سیاسی اور فوجی سرگرمیاں تیز کر دی تھیں۔ ابراہیم لوہی کے بھائی نے یہاں اپنی بادشاہیت کا اعلان کر دیا تھا۔ باہر نے اس کو گھاگرا کے مقام پر تختست دی۔

باہر کا انتقال 1530ء

باہر نے ایک طویل جدو جہد کے بعد اپنا اقتدار قائم کیا۔ اسے سکھ کا سائنس ملا ہی تھا کہ وہ 1530ء میں اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔



نقشے میں مغل بادشاہوں، بابر، اکبر اور اورنگزیب کے بعد عکرانی کے علاقوں کو دکھایا گیا ہے۔

نصیر الدین محمد ہمایوں

(1540 - 1530)

(1556 - 1555)

ظہیر الدین محمد بابر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا نصیر الدین محمد ہمایوں تخت نشین ہوا۔ وہ 1508ء میں کابل میں پیدا ہوا۔ پاپ اس کی تکری کی اور عملی تربیت پر خصوصی توجہ دیتا تھا۔ ہمایوں نے جلد ہی خُرکی، عربی اور فارسی زبان و ادب پر درس حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد اس نے درسے علوم سے آگاہی کی طرف توجہ دی۔ اسے ریاضی اور علمِنجوم وغیرہ میں خصوصی دلچسپی تھی۔ ہمایوں کی فوجی تربیت کا آغاز اس کے باپ کے ساتھ مہماں میں حصہ لینے سے ہوا۔ 12 سال کی عمر میں بابر نے اسے بدخشاں کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ یہاں ہمایوں نے بڑی کامیابی سے معاملاتِ سلطنت چلائے۔ اس کامیابی میں اہم حصہ اس کے مشیروں اور بدخشاں کے لوگوں کا تھا۔ یہ مشیر بابر نے ہمایوں کی رہنمائی کے لیے مقرر کیے تھے۔



پانی پت کی جگ میں ہمایوں بڑی دلجمی سے لڑا۔ جگ کے بعد بابر نے اسے اگرہ بھیجا تاکہ خزانے اور دوسری عمارات پر قبضہ کیا جاسکے۔ یہاں پر ہمایوں نے اپنے سپاہیوں کو کسی قسم کے تشدد اور کوٹ مار کی ممانعت کر دی تھی۔ جگ کنوہہ کے بعد ہمایوں نے افغانوں کے خلاف ایک مہم کی سربراہی کی۔ اس مہم میں اسے کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی سے وہ مزید فتوحات کرنے کی بجائے بدخشاں واپس چلا گیا۔ بابر کی وفات کے بعد وہ 1530ء میں تخت نشین ہوا۔

مغل ہاشمی نصیر الدین محمد ہمایوں

انتظامی مسائل

انتظامی طور پر ہمایوں کے پیش نظر درج ذیل بنیادی مسائل تھے:

1- حکومت کا خزانہ تربیا خالی تھا۔ بابر کو جو بھی خزانہ ملا تھا اس نے باغیوں کے خلاف لڑائیوں، فتوحات اور تعمیرات میں استعمال کر لیا تھا۔

2- بابر ایک طاقتور حکمران تھا جبکہ ہمایوں کو ایک کمزور حکمران سمجھا جانے لگا، اس وجہ سے سیاسی صورتحال میں تبدیلی آئی۔

3- ہمایوں کو اس کے والد نے یہ وصیت کی تھی کہ وہ بھیش اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے ہمایوں نے سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مرزا کامران کو کابل اور قندھار کی حکمرانی دی۔ اسی طرح عسکری اور ہندوستان کو دیگر علاقوں دیے۔ اس طرح سلطنت تقسیم ہو گئی۔ جب ہمایوں پر مشکل وقت پڑا تو اس کے بھائیوں نے اُس کی کوئی مدد نہ کی۔

لودھیوں اور افغانوں سے مهر ک آرائی

پابر کی وفات کے بعد ابراہیم لودھی کا بھائی محمود لودھی اور دادہ اور بہار میں سرگرم عمل ہو گیا تھا۔ محمود لودھی نے جونپور پر حملہ کر کے وہاں کے محل گورنر کو مار بھگایا۔ ہمایوں جونپور کی طرف بڑھا اور محمود لودھی کو شکست دے کر بہار کی طرف بھگا دیا اور جونپور پر قبضہ کر لیا۔ ہمایوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور چتار کا محاصرہ کر لیا۔ چتار میں ان دونوں شیر شاہ سوری کا تسلسل تھا۔ ہمایوں نے چار ماہ تک محاصرہ جاری رکھا لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ شیر شاہ نے ہمایوں کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور اپنے بیٹے کو پانچ سو پانچ ہمایوں کے ساتھ ہمایوں کے پاس بیٹھ ڈیا۔ چتار میں صلح کا فیصلہ ہوا۔ اس طرح ہمایوں نے شیر شاہ سوری کی ابھر تھی ہوئی طاقت کو ختم کرنے کا یہ شہری موقع گنوا دیا۔

شیر شاہ سوری ایک مخحا ہوا سیاستدان اور ایک ہوشیار جرنیل تھا۔ اس نے بہار میں اپنی پوزیشن بہتر بنال تھی۔

شیر شاہ نے تمام افغان قبیلوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر تمام افغان تحد ہو جائیں تو ہمایوں کو بڑے صغار پاک و ہند سے نکلا جا سکتا ہے۔ اس بات کا افغانوں پر خاطر خواہ اثر ہوا اور انھوں نے شیر شاہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

1531ء میں شیر شاہ صوبہ بھار کا خود مختار حکومت تھا۔ ہمایوں کو جب اس حکومت کی اطلاعات ملیں تو اس نے اپنے ایک ساتھی کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے جونپور وان کیا۔ شیر شاہ نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اسے قبیلی تھائے دے کر اپنی کامل و فاداری کا ثبوت دیا۔ ہمایوں کو یہ اطلاع پہنچی کہ شیر شاہ کی طرف سے کسی حکومت کے فکر کی کوئی ضرورت نہیں، وہ بدستور ہمایوں کے تابع فرمائی ہے۔ ہمایوں بھی اس سے مطمئن ہو گیا۔

چند ملتوں بعد ہمایوں کو اطلاع ملتی کہ شیر شاہ نے بنگال کے دارالحکومت گور کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ہمایوں کو شیر شاہ کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا اور اس نے چڑھائی کا فیصلہ کر لیا۔ اسی دوران شیر شاہ نے بنگال کے ایک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہمایوں نے بنگال میں چیش قدمی کا فیصلہ کر لیا۔ ہمایوں کی پیش قدمی کے پیش نظر شیر شاہ پیچھے ہٹا گیا اور ہمایوں بلامراحت 1538ء میں گور میں داخل ہو گیا۔ گور کی فتح بظاہر ہمایوں کا بہت بڑا کارنا سمجھی گئی اس نے گور کی فتح کے بعد آٹھ ماہ بھی فتح میں شائع کر دیے۔ اس تمام مر سے میں شیر شاہ نے اپنی پوزیشن مضبوط کر لی اور موقع پاتے ہی آگرہ سے آئے والی سپلائی لائن کاٹ دی۔ ہمایوں کا اپنے دارالحکومت آگرہ سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ اس نے فوراً اپنے بھائی مرتضیٰ اہمداد کو سپلائی لائن بحال کرنے کے لیے روانہ کیا، مگر مرتضیٰ اہمداد نے آگرہ پہنچ کر اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس نازک موقع پر ہمایوں نے گور میں اپنا گور ز مقرر کر کے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ شیر شاہ بڑی ہوشیاری سے ہمایوں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ہمایوں کو آگے بڑھنے دیا اور ہمایوں آخیر کار بلامراحت موگنیر پہنچ گیا۔ موگنیر کے نواح میں شیر شاہ اپنے لٹکر سیست اس کے انتظار میں تھا۔ ہمایوں کو جب شیر شاہ کے لٹکر کی خبر ملی تو اس کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ شیر شاہ پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ ہمایوں نے اپنی تباہی پسندی سے کام لیتے ہوئے چند دن آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی دوران میں شیر شاہ نے اپنی فوجی طاقت بڑھا کر میدان جنگ اپنے حق میں کر لیا۔ اب ہمایوں نے گفت و شنید سے شیر شاہ سے صلح کرنا چاہی گروہ کا میاب نہ ہوا کا۔

شیر شاہ نے 1539ء میں تین اطراف سے ہمایوں کے لٹکر پر حملہ کر دیا۔ ہمایوں کا لٹکر اس حملے کی تاب نہ لاسکا۔ یہ اپنی پوسہ کے مقام پر ہوئی۔ ہمایوں کی فوج کے آٹھ ہزار کے قریب پاہی مارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ

دریائے گنگا میں ڈوب گئے۔ ہمایوں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ہمایوں دریا میں گھوڑے سے گر گیا اور ڈوبنے کے قریب تھا کہ نظامنامی ایک شخص نے اسے پھا لیا۔ ہمایوں نہایت خندھالت میں آگرہ پہنچا۔ ہمایوں کے اہل خانہ شیرشاہ کے قبضے میں آگئے۔ شیرشاہ نے انھیں نہایت احترام سے ہمایوں کے پاس بھجوادیا۔ چوسہ کی جنگ میں فتح کے بعد شیرشاہ کا وقار بلند ہوا۔ وہ چوسہ سے سیدھا گوز آیا اور وہاں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

ہمایوں کی اقتدار بحال کرنے کی ناکام کوشش

ہمایوں نے آگرہ پہنچ کر اپنے بھائی مرزاہ مندال کی تخت نشینی کی خطا کو معاف کر دیا۔ اس نے اپنے لیے زیادہ سے زیادہ طاقت مجمع کرنے کی کوشش کی اور اس سلطے میں تمام رشتے داروں اور بھائیوں سے مدد کی اپنی کی گھر سب نے مخدود ری کا اظہار کیا۔

آخر ہمایوں نے بڑی محنت کے بعد چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں اکثر سپاہی تاجر بکارتے، بلکہ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے پہلے کبھی جنگ میں حصہ نہ لیا تھا۔

شیرشاہ کو جب ہمایوں کی تیاریوں کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً قلعہ کا رخ کیا۔ ہمایوں کی آمد سے پہلے ہی شیرشاہ نے اپنی پسند کی جگہ پر ڈاؤ ڈال لیا۔ ہمایوں جب یہاں پہنچا تو اسے مجبوراً نشیں جگہ پر اپنا کمپ لگانا پڑا۔ اسی دوران میں بارشیں شروع ہو گئیں اور ہمایوں کے کمپ والی نشیں جگہ میں پانی بھر گیا۔ جب ہمایوں کے سپاہی پانی کی وجہ سے اپنی جگہ بدل رہے تھے تو شیرشاہ نے اچاک حملہ کر دیا۔ ہمایوں کے سپاہی بغیر لڑے میدان سے بھاگ لئے۔ یوں شیرشاہ نے یہ جنگ جیت لی۔

ہمایوں کی جلاوطنی

قلوچ کی لا ای میں نکست کے بعد ہمایوں بڑی مشکل سے آگرہ پہنچا۔ شیرشاہ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ہمایوں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے دہلی کا رخ کیا۔ آگرہ سے ہمایوں کے نکتے ہی شیرشاہ نے آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ دہلی میں اب رُکنا ہمایوں کے لیے سخت خطرے کا باعث ہو گیا۔ اس نے لاہور کی طرف روانہ ہونا بہتر جانا۔ اب دہلی پر بھی شیرشاہ کا قبضہ ہو گیا تھا۔ لاہور سے ہمایوں سندھ پہنچا۔ یہاں سے اس نے قلعہ کا رخ کیا۔ اس زمانے میں اس کا بھائی

مرزا سکری قدمدار کا گورنر تھا۔ اُس نے اس شکل وقت میں ہمایوں کی مدد کرنے کی بجائے اُسے گرفتار کرتا چاہا۔ ہمایوں اپنی جان بچا کر سرحد پار کر کے ایران چلا گیا۔

ایران اُس زمانے میں ایک مفبوط سلطنت تھی۔ مغلوں کے ساتھ ایران کے حکمرانوں کے تعلقات خاصے بہتر تھے۔ باہرنے کامل کی فتح میں شہنشاہ ایران سے مدد حاصل کی تھی۔ شہنشاہ ایران کو جب ہمایوں کے حالات کا علم ہوا تو اس نے سیستان کے گورنر کو ہمایوں کا شایان شان استقبال کرنے کا حکم دیا، بلکہ شاہ ایران نے تمام صوبائی گورنروں کو بذایت دی کہ ہمایوں جس راستے سے بھی گزرے، اُسے عزت و احترام سے رکھا جائے۔ ایران میں ہمایوں کے سفر کے دوران میں بادشاہ اور ہمایوں کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جب ہمایوں بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس کا بڑے پہ تپاک طریقے سے استقبال کیا گیا۔ ہمایوں کو شاہی مہماں کے طور پر مصہرا گیا۔

ہمایوں کی ہندوستان واپسی

بر صغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایسا بہت ای کم ہوا ہے کہ کوئی بادشاہ اپنی سلطنت کو ایک دفعہ کھونے کے بعد دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ہمایوں پندرہ بر سر ہندوستان سے دور رہا، اس عرصے میں ہندوستان پر ایک مضبوط اور صحیح معنوں میں ایک عادل بادشاہ شیر شاہ سوری اور اس کے خاندان کی حکومت رہی۔ شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد اس کا جانشین اسلام شاہ سوری بادشاہ بننا۔ وہ ایک اچھا تنظیمگر سخت گیر انسان تھا۔ اس کی سخت گیری سے ملک آکر اس کے کئی وفادار ساتھیوں نے بغاوت کر دی۔ صوبوں میں خود مختاری کی لہر چل پڑی۔ اسلام شاہ سوری کی وفات کے بعد ملک میں انشار پیدا ہو گیا۔ یہ حالات ہمایوں کے لئے سازگار تھے۔ اس نے 1554ء میں پشاور پر قبضہ کر لیا۔ یہاں پر اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے شیر حسین کی طرف پیش قدی شروع کر دی۔ ہمایوں نے 1555ء میں لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی پر بھی قبضہ کر لیا۔ یوں ہمایوں نے اپنی کھوئی ہوئی بادشاہت دوبارہ حاصل کر لی۔

ہمایوں کی وفات

1556ء کو ہمایوں دہلی کے پرانے قلعے میں اپنے کتب خانے میں مطالعہ کر رہا تھا، کاتھے میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ وہ نماز کے لیے سیر حسین سے اُتر رہا تھا کہ اس کا پاؤں بھسل جیتا۔ گرنے کی وجہ سے اس کے سر میں شدید چوٹ آئی، جس کی وجہ سے وہ وفات پا گیا۔

شیرشاہ سوری اور اس کا خاندان

(1540 - 1555)



شیرشاہ سوری

ابتدائی حالات زندگی

شیرشاہ سوری کا اصل نام فرید خاں تھا۔ وہ 1486ء میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام حسن خاں سوری تھا، جو جونپور کے راجا کی فوج میں شامل ہوا اور کمانڈر کے عہدے سے تکمیل کرنے کا بھی تھا۔ شیرشاہ کا بھین سبرا میں اگر رہا۔ وہ اوسی عمر سے ہی سیروٹکار کا شوق تھا۔ وہ خاص جھاکش اور سخت جان بن گیا تھا۔ یہاں سے شیرشاہ جونپور چلا آیا اور اس صوبے کے گورنر کے پاس رہنے لگا۔ صوبے کے گورنر کے شیرشاہ کے والد کے ساتھ اجتہ مرام تھے۔ اس وقت جونپور کا ماحول علمی سرگرمیوں سے بُر تھا۔ شیرشاہ کو اس علمی ماحول میں اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے اور ان کو بہتر طور پر استوار کرنے میں کافی مدد لی۔ شیرشاہ بڑے شاندار عزم رکھتا تھا اور ان عزم کو پورا کرنے کا اہل بھی تھا۔

شیرشاہ سوری کا اقتدار میں آنا

ہماں کی جلوشنی کے بعد شیرشاہ بنگال، بہار، جونپور، دہلی اور آگرے کا واحد حکمران تھا۔ مگر اسے اپنی سلطنت کو متوقع خطرات سے محفوظ رکھنے اور استحکام دینے کے لیے حزیبتوں کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سب سے پہلے پنجاب کو فتح کیا۔ اس وقت یہاں پر ہماں کے ایک بھائی کی حکومت تھی۔ دریائے جhelم کے پار گھردوں نے بڑا اور ڈھم پچار کا تھا اور یہ مغلوں کے طرفدار تھے۔ ان کو کنڑوں میں رکھنے کی غرض سے شیرشاہ نے جhelm کے قریب رو بتس کے مقام پر ایک بہت بڑا قلعہ قیصر کروایا۔ اس قلعے پر پچاس ہزار سپاہی معین یکے۔

1541ء میں بنگال اور مالوہ پر قبضہ کر کے شیر شاہ نے راجپوتانہ میں کئی نتوحات کیں۔ یہاں مارواڑ کا راجہ اپنی توسعہ پسندی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ارد گرد کی ریاستوں پر قبضہ کر رہا تھا۔ شیر شاہ نے محسوس کیا کہ اس راجہ کے پڑھتے ہوئے اثر سے کسی وقت بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ شیر شاہ نے اجیسہ شریف کے قریب راجا کی فوجوں کا سامنا کیا۔ اس لڑائی میں ایک ایسا بھی موقع آیا کہ جب شیر شاہ کی ہار یعنی ہو چکی تھی۔ شیر شاہ نے اپنے ملکر کی تحریبے اور ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے معاملے کو سنبھالا اور راجپوتوں کو ٹکست دی۔ اس کے بعد ارد گرد کے علاقہ جات فتح کرنے کے بعد شیر شاہ اپنے دارالحکومت لوٹ آیا۔



شیر شاہ سوری کا مقبرہ

شیر شاہ سوری نے 1545ء میں کاٹھر پر پوری طاقت سے حملہ کیا۔ قلعے کی دیواروں پر آتشیں گولے پھینکنے جا رہے تھے۔ ایک گواہ دیوار سے گمراہ کر بارود کے ذخیرے میں جا گرا اور تمام بارود و ہماکے سے بھر ک اٹھا۔ اس میں شیر شاہ نبڑی طرح ججلس گیا مگر وہ اپنے سپاہیوں و مسلسل قلعے پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ شام تک وقت قلعہ فتح ہو گیا۔ یہ خوبخبری اسے دی گئی۔ خوبخبری سن کر اس کے لبوں پر ہمکی ہی مسکراہٹ پھیلی اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی جان مالک حیثی کے پرورد کر دی۔ شیر شاہ کی سیست کو سبرام لا یا گیا، جہاں اسے ایک مقبرے میں دفن کر دیا گیا۔ یہ مقبرہ شیر شاہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے لیے تیار کروایا تھا۔

شیر شاہ سوری کی انتظامی اصلاحات

شیر شاہ سوری ہندوستان کا پہلا حکمران تھا، جس نے عام لوگوں کی بھلائی اور آسودگی کو سامنے رکھ کر اپنا انتظامی ڈھانچہ استوار کیا۔ اس نے ایک شاندار رفاقتی ریاست تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں اپنی عسکری مصروفیات کے باوجود کامیاب اصلاحات نافذ کیں۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے یہ بات بھلی تھی کہ حکومت کو



عوام میں ہر دل عزیز ہونا چاہیے اور اس کے بغیر سیاسی اور اقتصادی استحکام ناممکن ہوتا ہے۔ شیر شاہ نے اپنے مقامی امور پر بڑی بھروسہ اور ذروارہ امنیتی سے عمل کرولیا۔ اس سے بہتری اور بھلائی کی نفعا پیدا ہوئی اور اس کی حکومت انتظامی، فوجی، سیاسی اور اقتصادی طور پر مضبوط تر ہوتی گئی۔ تمام فوجی اور رسول طاقت خود شیر شاہ کے پاس تھی اور وہ ان دونوں کو عوام کی بھلائی کے لیے استعمال کرتا تھا۔ ہر حکومتی ادارے کی مگرائی وہ ذاتی طور پر کرتا تھا۔ اس کے وزیر اس کے معافون تھے۔ اکثر وہ اپنے وزریوں سے مشورہ تو ضرور کرتا، جاہنم فیصل خود کرتا، تھا۔ شیر شاہ سوری کی انتظامی اصلاحات درج ذیل ہیں۔

۱۔ سلطنت کا انتظام

سلطنت کا انتظامی لحاظ سے صوبوں، سرکار، پرگن، قصیل اور گاؤں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱۱۔ گورنر

صوبے کا سربراہ صوبیدار (گورنر) کہلاتا تھا۔

۱۲۔ شقدارِ شقدار ایسا

سرکار کے انتظام کے لیے بنیادی طور پر دو اہل کار تھے۔ ایک شقدارِ شقدار ایسا اور دوسرا منصف منصفان۔ شقدارِ شقدار ایسا کے پاس انتظامی نویت کے کام تھے۔ شقدار کے ذمے آسم و امان قائم رکھنے کے فرائض تھے۔ امین مالی امور کا ذمے دار تھا اور مالیہ وغیرہ کے تعین اور وصولی کا بندوبست کرتا تھا۔ شقدار کے فرائض میں سب سے اہم فرض بادشاہ کے احکامات پر عمل درآمد کروانا تھا۔ اس کے علاوہ چھوٹی انتظامی اکائیوں، پر گنوں اور گاؤں وغیرہ میں ماتحت شقداروں کے کام کی مگرائی بھی شقدار کے ذمے تھی۔

۱۳۔ منصف منصفان

منصف منصفان کے ذمے مقدمات کے فیصلے کرنا تھا۔ ان دونوں اہل کاروں کے پاس ان کی مدد کے لیے کچھ سرکاری اہلکار بھی تھے۔ ہر پر گنے میں ایک شقدار، ایک خزانچی، ایک منصف اور دو محترم۔ ان محترموں میں سے ایک بندی میں اور دوسرا فارسی میں لکھتا تھا۔ ان اہلکاروں کے علاوہ پنواری، چورہڑی اور منقدم بھی ہوتے تھے جو عوام اور حکومت کے درمیان رابطے کا کام کرتے تھے۔

۷۔ اہلکاروں کا تباہ لئے

شیر شاہ سوری اپنے اہلکاروں کا ہر دو یا تین سال کے بعد جاولہ کرو جاتا تھا کہ وہ کسی بھی علاقے میں زیادہ عمر صد رہ کر غیر ضروری طور پر موڑنے ہو سکیں اور اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔

۲۔ پنچاہی نظام

شیر شاہ سوری نے دیہاتوں میں پنچاہی نظام کو بدستور جاری رہنے دیا۔ پنچاہیت ایک کنسل یا ادارہ ہوتی تھی، جس میں گاؤں کے مختلف لوگوں کے نمائندہ افراد یا پورا گاؤں شامل ہو کر انفرادی یا اجتماعی فیصلے کیا کرتے تھے۔

۳۔ پولیس کا نظام

شیر شاہ سوری نے ہر علاقے کے مقدم یا چودھری کو قیامِ آمن کا ذیتے دار بنایا۔ اگر ان کے علاقے میں کوئی قتل ہو جاتا تو قائل کو جلاش کر کے حکومت کے ساتھ دیے کیا جاتا تھا اور اگر کوئی مسافر ان کے علاقے میں اٹھ جاتا یا کوئی پوری ہو جاتی تو نقصان کی تلافی کرنا اس علاقے کے چودھری یا مقدم کے ذمے تھا۔

۴۔ جاسوسی کا نظام

انتظامی امور کو مزید مشر اور بہتر بنانے کے لیے شیر شاہ نے جاسوسی کے نظام کو بہتر کیا، جو مقامی طور پر ہاڑ لوگوں اور چودھریوں کے عام لوگوں کے ساتھ رویے کی تحریکی کرتا تھا۔ ممکنہ اس بات کی بھی تحریکی کرتا تھا کہ کہیں یہ لوگ عام کسانوں کو بھی تو نہیں کرتے اور کیا ان کا راویہ حکومت کے خلاف تو نہیں ہو رہا وغیرہ۔

۵۔ فوجی اصلاحات

شیر شاہ سوری نے فوجی نظام کو برداشت اپنے کنٹرول میں رکھا۔ تمام فوجیوں کی بھرتی کی وہ خود تحریکی کرتا تھا۔ فوجیوں کو ان کی الہیت کے مطابق تحریک دی جاتی تھی۔ ملک کے مختلف حصوں میں فوجی چھاؤں یا قائم قائم کی گئیں۔ فوج میں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لیے سخت اقدامات کیے گئے۔ کسی قسم کی لاپرواہی برداشت نہ کی جاتی تھی۔ کسی بھی فوج کے بعد نوٹ مار کرنے کی ہرگز اجازت نہ تھی۔ پیش قدمی کرتے وقت برداشت میں آئنے والی فضلوں کو نقصان پنچانے کی ممانعت تھی۔ اگر بھی مجبوری میں ایسا ہو جاتا تو کسانوں کو معاوضہ دیا جاتا تھا۔ مجموعی طور پر شیر شاہ کی فوج ایک منظم

فعال اور ہر قسم کے غیر موزوں حالات میں بہتر طور پر لازمی کی صلاحیت رکھتی تھی۔

6- مالیاتی نظام

شیر شاہ سوری نے مالیاتی نظام میں درج ذیل اقدامات کیے:

- 1- زمین کی پیمائش کے لیے سکندر لودھی کے زمانے میں رانجھ گز کو معیاری یا انہے قرار دیا گیا۔ اس کا نام بھی سکندر گز رکھا گیا۔ اس معیاری پیمائش سے تمام قابل کاشت زمین کی پیمائش کروائی گئی۔ 3600 مرلح گز زمین کے ٹکلوے کو سیکھ کا نام دیا گیا۔
- 2- ہر ہنگہر زمین پر شرح مالیہ مقرر کی گئی جوکل پیداوار کا قریباً $\frac{1}{3}$ تھی۔ بقایا $\frac{2}{3}$ پیداوار کسان کی تھی اور یہ ہر قسم کے نیکس سے مستثنی تھی۔
- 3- مالیہ کی تشخیص ایک سرکاری افسر کرتا تھا۔ مالیہ کی تشخیص کاشت کار سے مشورے کے بعد کی جاتی تھی۔ مالیہ کے تعینات کے بعد ایک دستاویز تیار کی جاتی تھی جس پر حکومتی الہکار اور کسان دونوں کے دستخط کروائے جاتے تھے۔ کاشت کار کے دستخط لینے کا مقصد کاشت کار کی رسکی رضا مندی حاصل کرنا تھا۔ کسی ہاگہانی آفت کی صورت میں مالیہ میں کسی یا معافی کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔
- 4- مالیہ، جنس یا انقدر ہر دو صورتوں میں ادا کیا جاسکتا تھا۔ کاشت کاروں کی حالت بہتر بنانے کے لیے انہیں آسان شرائط پر قرضے بھی دیے جاتے تھے۔

7- نیکس اور کرنی کا نظام

شیر شاہ سوری نے بیرونی ممالک سے تجارت کے سلطے میں ادا ہنگی کے مسائل کے پیش نظر مقابی کرنی کے نظام کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی۔ اس نے سونے کو کرنی کے ساتھ مسلک کیا۔ ابتداء میں اس نے ٹانے کے نئے سعے جاری کیے۔ ان کا نام لئے کی جائے روپیہ رکھا۔ اس کے علاوہ چاندی اور سونے کے سلے بھی جاری کیے گئے۔ انھی چاندی اور سونے کے سکوں سے دوسرے ممالک سے تجارت ہوتی تھی۔ سکوں کو $\frac{1}{2}$, $\frac{1}{4}$, $\frac{1}{8}$, $\frac{1}{16}$ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہیں سے بعد میں انھنی، چونی، دوقنی اور اکنی کے نام سے موسم ہوئے۔ شیر شاہ نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے کئی اقدام کیے۔ بہت سے غیر ضروری نیکس اور محصولات ختم کر دیے گئے تاکہ تاجر و مارکیٹ پر ناجائز بوجھتہ پڑے۔ کسی بھی قسم کے



بے شکریت سے، بے نیت میں جاہنے والے

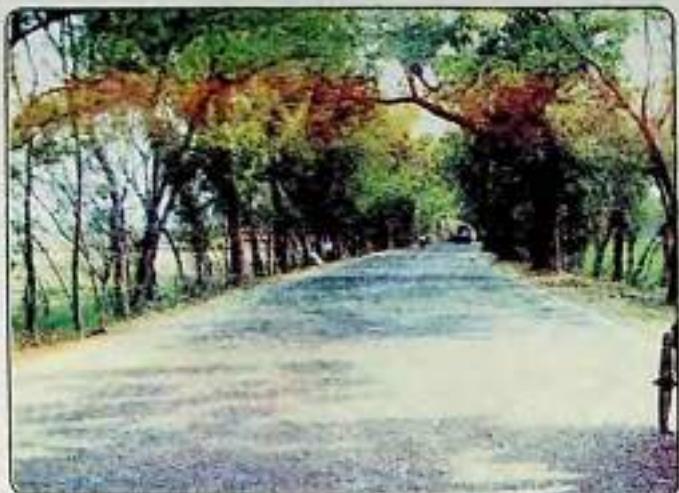
مال پر زیادہ سے زیادہ صرف دھم کے لیکس لگانے جاسکتے تھے۔ ایک اندر وون ملک یا شہر میں لانے پر اور دوسرا فروخت کے وقت۔ ہر قسم کا اندر وونی کشم ختم کر دیا گیا تھا۔ مالیہ اور محصول کے مخکلوں کے تمام اہلکاروں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ تاجروں کو بٹک نہ کریں۔

8- نظامِ عدل

شیر شاہ سوری اکثر کہا کرتا تھا کہ انصاف کو برقرار رکھنا ایک ایسا فرض ہے جس کو تمام مسلم اور غیر مسلم بھر انہ را برابر طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا یہ بھی نظری تھا کہ حکومتی اور معاشرتی سطح پر ایک فرد سے لے کر پورے معاشرے میں خوشی اور خوش حالی کی ضمانت صرف اور صرف انصاف کو برقرار رکھ کر رہی دی جاسکتی ہے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں بغیر کسی تھب کے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ریاست کی سب سے اعلیٰ عدالت کا درجہ خود شیر شاہ کو حاصل تھا۔ اگرچہ ہر درجے پر تقاضی متر رہتے جو فوج داری اور دیوانی مقدمات کے فیصلے کرتے تھے، تاہم اگر کسی کو ان تمام عدالتوں سے انصاف ملنا نظر ن آتا تو وہ شیر شاہ سے رجوع کر سکتا تھا۔ شیر شاہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی حرم کی حیثیت اور درجے کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

مواصالتی ڈھانچہ

شیر شاہ سوری نے سفر کو آسان بنانے کے لیے بھاول سے خیر بٹک ایک شاہراہ تعمیر کروائی، جسے جی ٹی روڈ (Grand Trunk Road) کہا جاتا ہے۔ آگرہ کو ایک سڑک کے ذریعے سے بھارس سے ملا یا اور ایک سڑک آگرے کو چوتھا اور جودہ پور سے ملاتی تھی۔ ان سڑکوں کے کنارے سایہ دار درخت لگوائے گئے، مناسب فاصلے پر سڑکوں کے کنارے کنوئیں کھدوائے تاکہ مسافروں کو پانی کی سہولت رہے۔ قریباً ہر 8 کوں کے فاصلے پر ایک سڑائے تعمیر کرائی۔



اس سڑائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے قیام و طعام کا الگ الگ انتظام تھا۔ ہر سڑائے کے ساتھ ڈاک چوکیاں قائم تھیں، جہاں ہر کارے ہر وقت تازہ دم گھوڑوں کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ اس طرح سرکاری فرائیں بڑی تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے جاتے تھے۔ انہی سڑاؤں اور چوکیوں پر شاہی جاسوس اور سپاہی مختین کیے جاتے تھے۔ اس سے قیام

جی نبی رہ کا ایک

آئن میں آسانی ہوئی اور کسی قسم کی سرکشی کا اندر یہ بھی کم ہو گیا۔ سڑکوں کی تعمیر سے جہاں اس علاقے کے عام لوگوں کو آسانی میسر آئی، وہیں فوجی نقل و حرکت میں آسانی پیدا ہوتی۔ سڑکوں کی تعمیر اور ان پر تحفظ سے تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ آہستہ آہستہ سڑاؤں کے ساتھ ساتھ مہنڈیاں بننے لگیں۔ یہاں بعد میں گاؤں اور قصبے آباد ہو گئے۔

عوامی بہبود کے ادارے

شیرشاہ ایک معمولی حشیثت سے صرف اپنی صلاحیتوں کی بخیاں پر بڑھ کر پاک و ہند کا باڈشاہ بنا۔ شیرشاہ کی اکثر پالیسیوں میں اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ رعایا کو ہر قسم کی تکلیف سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ شیرشاہ سوری نے عوامی بہبود اور بھلائی کے لیے کئی ادارے کھولے۔ ان میں غربیوں اور ناداروں کے لیے لٹکر کا انتظام کیا جاتا تھا۔ یہاں سے کوئی بھی نادار کسی وقت بھی کھانا حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ شیرشاہ نے ہسپتال، مدرسے اور مکتب بھی کھولے تاکہ عام لوگ پڑھ لکھ کر زندگی کو بہتر بناسکیں۔

شیرشاہ سوری کے جانشین اور ان کا زوال

1545ء میں شیرشاہ سوری کے انتقال کے بعد اس کا بینا اسلام شاہ سوری تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے آٹھ سالہ دور حکومت میں اپنے والد کے کام کو آگے بڑھایا۔ وہ اعلیٰ انتظامی قابلیت کا ماں لک اور تحریر کار جرنیل تھا۔ اس کے دور میں کئی علاقوں میں بغاوتیں شروع ہو گئیں لیکن اس نے ان بغاوتوں کو ختم سے کچل دیا۔ اسلام شاہ سوری نے 1553ء میں

وفات پائی اور اس کا بارہ سالہ بیٹا نیروز شاہ سوری اس کا جانشین ہنا۔ مگر اس کے ماموں نے قتل کروائے عادل شاہ کے لقب سے حکومت کرنا شروع کر دی تھی۔ عادل شاہ ایک بُردار انسان تھا اور حکومت کا کاروبار چلانے کی البتہ نہیں رکھتا تھا۔ اس عرصے میں پرے صغری انتظامی اور سیاسی لحاظ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہا۔ ملک میں بغاوتیں ہو گئیں جس پر عادل شاہ قابو نہ پاس کا۔ پنجاب میں سکندر سوری نے باشہست کا اعلان کر دیا۔ حکومت کی داخلی حالات و انتشار و یکجہ کر ہمایوں کا حوصلہ بڑھا۔ اس نے پہلے پنجاب میں سکندر سوری کو تخت دی اور پھر آگے بڑھ کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اکبر تخت نشین ہوا۔

مشق سوالات

(حصہ اول)

1 ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

ا۔ پانی پت کی پہلی جگہ کس من میں لازی ہے؟

(الف) 1426ء (ب) 1516ء

(ج) 1546ء (د) 1526ء

ii۔ وہ پیدائش جس نے ہندوستان میں توپ سے بارہ دھیانے کی تیناں لوگی استعمال کی۔

(الف) ظہیر الدین بابر (ب) نصیر الدین ہمایوں

(ج) شیر شاہ سوری (د) ابراہیم لودھی

iii۔ قتوخ کی لڑائی میں تخت کھا کر ہمایوں کہاں پہنچا؟

(الف) سندھ

(ب) بیگانہ

(ج) بہار

(د) آگرہ

iv۔ شیر شاہ سوری نے 1545ء میں حملہ کیا۔

(الف) کالمخر پر

(ب) لاہور پر

(ج) پشاور پر

(د) کابل پر

۷۔ 1545ء میں شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔

- (الف) فیروز شاہ سوری
- (ب) سکندر سوری
- (ج) عادل شاہ
- (د) اسلام شاہ سوری

متن کے درج ذیل سوالات کے جو پر جواب لکھیں:

2

- i۔ ہندوستان کی تاریخ میں مغل بادشاہ ہمایوں نے اپنی سلطنت ایک دفعہ کھونے کے بعد دو بارہ کیے حاصل کی؟
- ii۔ باہر کے ہندوستان پر مسلسلی کی دو وجہات تحریر کریں۔
- iii۔ قتوں کی لڑائی میں شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے مقابلے میں کیسے کامیابی حاصل کی؟
- iv۔ شیر شاہ سوری کے دور حکومت میں سرکار کے انتظام کے لیے بنیادی طور پر کون سے دو اہلکار تھے؟
- v۔ شیر شاہ سوری نے عوامی بہبود کے لیے کون سے کون ادارے قائم کیے؟

متن کے مطابق خالی جگہ پر کریں:

3

- i۔ 1526ء میں محمد باہرنے کی پہلی جنگ میں ابراہیم لوہی کو تکلیف دے کر مظاہر سلطنت کی بنیاد رکھی۔
- ii۔ اسلام شاہ سوری نے میں وفات پائی۔
- iii۔ شیر شاہ سوری اپنے اہلکاروں کا ہر دو یا تین سال کے بعد کر دیتا تھا۔
- iv۔ جنگ کو اہم کے بعد ہمایوں نے کے خلاف ایک بہت سی سر برائی کی۔
- v۔ شیر شاہ سوری ایک معمولی حیثیت سے صرف اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر کا بادشاہ بنا۔

یہجاں یہ گئے میانات میں درست کے ساتھ (v) اور غلط کے ساتھ (x) کا نشان لگا جیسیں:

4

- i۔ پڑی صیفی پاک و ہند میں مسلم حکمرانی کا سلسلہ 633ء میں مکران سے شروع ہوا۔
- ii۔ نصیر الدین محمد ہمایوں 1508ء میں قندھار میں پیدا ہوا۔
- iii۔ شیر شاہ سوری نے فوجی نظام کو براہ راست اپنے اہلکاروں میں رکھا۔
- iv۔ 1545ء میں شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد اس کا مینا اسلام شاہ سوری تخت نشین ہوا۔
- v۔ صوبے کا سر برائی منصف منصفان کہلاتا تھا۔

کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں۔

کالم ج	کالم ب	کالم الف
	ء 1545	محمد بن قاسم کی سندھ آمد
	ء 1556	جگ کنواہہ
	ء 712	ہمایوں کی وفات
	ء 1526	شیر شاہ سوری کی وفات
	ء 1527	پانی پت کی پہلی جگ

(حصہ دوم)

من کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں

- 1- ظہیر الدین بابر کی حالات میں اور کیوں ہندوستان آیا؟
- 2- راجپتوں اور افغانوں کے ساتھ بابر کی جنگوں کا حال بیان کریں۔
- 3- ہمایوں کو درپیش افغان چنچنگ کا اس نے کس طرح مقابلہ کیا؟ نیز اس کی جلوہ طنی اور واپسی پر بحث کریں۔
- 4- شیر شاہ سوری کیے اقتدار میں آیا؟ اس نے اپنی حکومت کو کیسے مختار کیا؟
- 5- شیر شاہ سوری کے انتظامی ڈھانچے، موافقانی ڈھانچے اور عوامی بہبود کے اداروں کی تفصیل بیان کریں۔
- 6- شیر شاہ سوری کے جانشیتوں اور ان کے زوال کا حال بیان کریں۔

مرگ سیال

- 1- ظہیر الدین بابر کی شخصیت اور بادشاہ کی حیثیت سے کردار پر ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔
- 2- عوامی فلاح و بہبود کے سلسلے میں کیے جانے والے شیر شاہ سوری کے کوئی سے دس کارناموں کو چارٹ پر لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

مغلیہ سلطنت کا استحکام

(Mughal Empire: Consolidation)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطابق کے بعد طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ:-

مغلیہ سلطنت کے پھیلاو اور استحکام میں جلال الدین محمد اکبر کے کردار پر بحث کر سکیں۔

2. اکبر کے انتظامی اقدامات اور اصلاحات (منصب داری نظام، مذہبی اور راجہوت پالیسی) کی نتائجی کر سکیں۔

3. اکبر کی ہنوب میں مداخلات اور جانشینوں کے ورثے کے بارے میں جان سکیں۔

چہاٹکری اور فور جہاں کے دور کی ثقافت: شاعری، تصویر کشی، مصوری، موسيقی اور کھانوں وغیرہ کا تجویز کر سکیں۔

4. انصاف کی فراہمی کے لیے چہاٹکری کا جذبہ پر بیان کر سکیں۔

5. وضاحت کر سکیں کہ شاہ جہاں کا دور حکومت مغلیہ دور کا شہری زمان کیوں کہلاتا ہے۔

6. شاہ جہاں دور کی ثقافت اور فرقہ تحریر پر روشنی ڈال سکیں۔

7. شاہ جہاں کی وسط ایشیائی پالیسی پر بحث کر سکیں۔

8. شاہ جہاں کی جانشینی کی جگہ کا تجویز کر سکیں۔

9. اور گزریب کے عہد حکومت کے لائق مرافق اور مسائل سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

10. اور گزریب کی ذکر میں انجام اور مزیدوں کا عروج بیان کر سکیں۔

11. اور گزریب کی مذہبی پالیسی اور اس کے انجام سے متعلق بحث کر سکیں۔

12. پر صغری پاک و ہند کی تاریخ میں اور گزریب کے مقام کی پہچان کر سکیں۔

جلال الدین محمد اکبر

(1556ء - 1605ء)

ابتدائی حالات زندگی اور تخت نشینی

جلال الدین محمد اکبر کی پیدائش 1542ء میں ہوئی۔ اکبر کی والدہ کا نام حمیدہ بانو بیگم تھا۔ جب ہمایوں کو بیٹے کی



ولادت کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ ہمایوں نے اکبر کی تعلیم و تربیت کے لیے ایران سے اساتذہ ملکوائے اور کمی ایک مقامی اساتذہ کی خدمات بھی حاصل کیں۔ اکبر پڑھائی سے گھبرا تھا۔ اس کے اساتذہ نے اکبر کی پڑھائی میں عدم دلچسپی اور لاپرواہی کی شکایت بھی کی۔ اکبر کی خواہش رفتی تھی کہ وہ ایسی کھیلوں میں حصہ لے، جن میں وہ اپنی بہادری، بلند حوصلگی اور بہت کا اظہار کر سکے۔ آخر ہمایوں نے تھک آ کر اکبر کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ہمایوں نے ہندوستان میں جب دوبارہ اپنی فتوحات شروع کیں تو اکبر اس کے ہمراہ تھا۔ سکندر سوری کو جو ٹکڑت دی گئی تھی اس کا سہرا سرکاری طور پر اکبر کے سر کھا گیا حالانکہ اس وقت اس کی عمر بہت کم تھی۔ اسی زمانے میں ہمایوں نے اکبر کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ 1556ء میں ہمایوں کے انتقال کے بعد اکبر کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ اکبر نے تخت نشینی کے بعد تمام ملکی معاملات کا انتظام اپنے اٹا یقش بیرم خاں کے پروردگر دیا۔ تخت نشینی کے وقت اکبر کی عمر صرف 14 برس تھی۔

تخت نشینی کے وقت اہم مسائل

اکبر کے والدہ ہمایوں نے جن علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو بحال کیا تھا وہ انتظامی اور سیاسی لحاظ سے ختم نظری کا شکار تھے۔ ان علاقوں کو فوجی نقطہ نظر سے فتح تو کر لیا گیا تھا تاہم ان میں انتظامی ڈھانچے اتحادی غیر مؤثر تھا۔ پر صغری کے اکثر علاقوں مثلاً سندھ، کشمیر، دکن، اڑیسہ، گونڈوار، گجرات، مالوہ اور بنگال وغیرہ آزاد ریاستوں میں بدل

چکتے۔ راجپتوں نے باہر کے مغلوں کے بعد اپنی طاقت دوبارہ کنھی کر لی تھی اور اب وہ اپنے اپنے علاقوں میں اقتدار کے حصول کے لیے کوششیں کر رہے تھے۔

اقتصادی طور پر اکبر کی حکومت کے حالات بھی اچھے نہ تھے۔ اکثر علاقوں سے مالیہ کی وصولی حکمتی خزانے تک نہ پہنچتی۔ کچھ علاقوں نے مالیہ دینے ہی سے انکار کر دیا تھا اور کچھ علاقوں میں حکومتی اہلکار مالیہ حاصل کر کے خود ہی ہڑپ کر جاتے تھے۔ اب بھوئی صورت حال یہ تھی کہ مالیہ صرف طاقت کے زور پر ہی حاصل کیا جائے، مگر قحط سالی کی وجہ سے ہزاروں لوگوں کی ہلاکت کے باعث ایسا کرنا بھی ممکن نہ رہا تھا۔ خزانے کے خالی ہونے کے باعث فوجی مہماں کو برقرار رکھنا ناممکن تھا، جس کا فائدہ انہا کراس کے حریفوں نے اپنا حلقة اٹر برھا لیا تھا۔

مغلیہ سلطنت کے پھیلاو اور استحکام میں جلال الدین محمد اکبر کا کردار

مغلیہ سلطنت کے پھیلاو اور استحکام میں جلال الدین محمد اکبر کا کردار ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

پانی پت کی دوسری جنگ 1556ء

کابل میں اکبر کو اطلاع ملی کہ عادل شاہ سوری کے وزیر ہیموں بھال نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اکبر نے اپنے خیرخواہ اور وفادار امراء کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ اکبر نے بیرم خاں کے مشورے کے مطابق فوج کو دہلی کی طرف روانہ کرنے کا حکم دیا۔ فوج کے ایک دستے نے ہیموں کے توپخانے پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح باقاعدہ لڑائی سے پہلے ہی ہیموں کی فوجی طاقت کو شدید وہجم کا ٹکٹکی گیا۔

1556ء میں دونوں آفواج کا آمنا سامنا اپنی پت کے میدان میں ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی، تو پرانے کے نہ ہونے کے باوجود ہیموں کی فوج نے مغل فوج پر ایک بڑا حملہ کیا، جس نے مغلوں کی فوج کے دامیں اور بائیں جانب کی فوجی مفنوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس دوران ایک تیر ہیموں کی آنکھ میں لگا اور وہ بے ہوش ہو کر ہاتھی کے ہو درج میں گز پڑا۔ اس کے مہماں نے فوری طور پر ہاتھی کو میدان جنگ سے باہر لے جانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر ہیموں گرفتار کر لیا گیا۔ اسے اکبر کے سامنے پیش کیا گیا اور بیرم خاں نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح مغلوں نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لے اپنا اقتدار بحال رکھا۔ ہیموں کی قشست سے جہاں اس کے ذاتی مقادرات ثُم ہو کے وہاں انغانوں کی طاقت بھی مزدور ہو گئی۔ بعد ازاں پچھے کچھ انغانوں نے احاطت قبول کر لی۔ مرکز میں اپنی پوزیشن بہتر بنانے کے بعد اکبر کے جرنیلوں

نے کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیابی کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ اس سلسلے میں جھوں نے گوالیار اور جونپور کو فتح کیا۔

بیرم خاں کی معزولی

بیرم خاں چار سال تک تمام تر ملکی معاملات کا عملی طور پر سربراہ رہا۔ اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ بیرم خاں اس دوران میں اکبر کا وفادار شہر با ہو یا اس نے ذاتی اقتدار کے لیے کوئی کوشش کی ہو۔ تاہم جموقی طور پر ایسے حالات ضرور پیدا ہو گئے تھے جن کی وجہ سے 1560ء میں اکبر نے بیرم خاں کو معزول کر دیا۔ بیرم خاں کی معزولی کے بعد اکبر مکمل طور پر ایک خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے شہنشاہ کا لقب حاصل کیا۔

فتوحات

1- امبر (جے پور)

یہ علاقہ 1562ء میں اکبر کے زیر تسلط آیا۔ بیہاں کے راجپوت حاکم راجا بھاری مل نے اطاعت قبول کر لی۔

2- گونڈوانہ

گونڈوانہ کی ریاست پر ایک راجپوت گورت رانی ذرگاؤتی کی حکومت تھی۔ جس کی بہادری اور قابلیت ہر طرف مشہور تھی۔ بیہاں محلہ کیا گیا تو اس خاتون نے بہادری سے مقابلہ کیا مگر نکالت ہونے پر رداہت کے مطابق محل مری۔ یہ علاقہ 1564ء میں فتح ہوا۔

3- چوتور

بیہاں کا راجپوت راجا ان تمام راجپوت راجاؤں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ جھوں نے اکبر سے رشتہ داریاں قائم کیں اور اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اکبر نے اس راجا کے اڑ کو ختم کرنے اور گجرات کے علاقے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اسے 1567ء میں فتح کیا۔

4- بہار

بہار کے راجا نے 1568ء میں اکبر کی اطاعت قبول کر لی تھی تاہم اس کے میٹے نے باپ کی وفات کے بعد علم بناوت بلند کر دیا۔ اکبر نے یہ علاقہ 1572ء میں فتح کیا۔

5- رسمیت اور کالنجر

اکبر نے ایک خوبیں جدوجہد کے بعد 1569ء میں رسمیت اور کالنجر کے اہم علاقے فتح کیے۔ 1570ء میں بیان نہر، حیصلہ اور جودہ پور کے سکھرانوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔

6- مارواڑ

اکبر نے 1570ء میں مارواڑ کا علاقہ فتح کیا۔

7- گجرات

گجرات اس زمانے میں پہلی گیریوں کی تجارت کا مرکز تھا۔ یہاں کا حاکم نااہل تھا، جس کے باعث یہاں سیاسی طور پر شدید ابتری پھیل رہی تھی۔ اکبر نے یہاں کے راجا کو اپنی اطاعت پر راضی کر لیا تھا گمراہ اس کے وفات پاتے ہی یہاں بغاوت ہو گئی۔ بعد میں اکبر نے اس علاقے کو 1572ء میں فتح کیا۔ یہیں سے پہلی گیریوں کے ساتھ اکبر کے تعلقات کی ابتدا ہوئی۔

8- بنگال

مرکز سے دوری کے باعث بنگال میں اکثر بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اکبر نے 1576ء میں اسے مغلیہ سلطنت میں شامل کیا۔

9- کابل

1585ء میں یہ علاقہ اکبر نے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اکبر نے کشمیر، سندھ، قندھار، دکن اور رائیسر و غیرہ کے علاقوں کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اس طرح اکبر کی سلطنت بہت محکم ہو گئی۔

اکبر کی اصلاحات (منصب داری نظام، مذہبی اور راجپوت پالیسی)

اکبر کے انتظامی اتدامات اور اصلاحات کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ منصب داری نظام

اکبر سے پہلے ملک میں جاگیر داری نظام رائج تھا۔ بادشاہ اپنے امراء کو جاگیریں دیتے تھے اور وہ حکومت کو سالانہ لگان ادا کرنے کے پابند تھے۔ اس کے علاوہ وہ سپاہی اور گھوڑے بھی رکھتے تھے تاکہ وقت ضرورت انھیں بادشاہ کی مدد کے لیے بھجوایا جاسکے۔ اکبر نے باقاعدہ طور پر اقتدار سنبھالنے کے بعد جاگیر داری نظام کا جائزہ لیا۔ اسے اس نظام میں بہت سے فائض نظر آئے، جن کو درست کرنا ضروری تھا۔ تاہم اس نظام میں جب اسے اس بات کی نشاندہی ہوئی کہ جاگیر داروں کے بیسیجے ہوئے سپاہی، بادشاہ کی بجائے جاگیر داروں کے زیادہ وقار اور ہوتے ہیں تو اکبر کو خفت بے چینی ہوئی۔ اکبر اپنے انداز حکومت اور مزاج کے اختبار سے ایسا رجحان کبھی برداشت نہ کر سکتا تھا کیونکہ وہ ہر طرح کی طاقت اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ اور پھر سیاسی طور پر سپاہیوں کا جاگیر دار کا وقار اور ہونا کسی بھی بادشاہ کے لیے کسی بھی وقت بغاوت کا پیش خیز ہو سکتا تھا۔ انھی دنوں کی جاگیر داروں نے اکبر کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

اکبر نے سابق نظام کو بدلتے منصب داری نظام رائج کیا۔ منصب داری نظام میں ہر سرکاری مہبدے دار کو، خواہ وہ سول میں ملازم ہو یا فوجی مکملوں میں ایک منصب عطا کیا جاتا تھا۔ ایک منصب رکھنے والے (منصب دار) سے کبھی سول مکملوں اور کبھی فوجی شعبہ میں کام لیا جاسکتا تھا۔ ان دو نوں شعبوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ کی جاتی تھی۔ اکبر نے دس سے بیش ہزاری منصب قائم کیے۔ فوجی ہزاری سے اوپر کے منصب شاہی افراد یا معمدہ لوگوں کے لیے مخصوص تھے۔ ہزاری منصب کے ساتھ ذات اور سوار کی اصطلاح میں استعمال کی جاتی تھیں مثلاً فوجی ہزاری ذات اور دو ہزاری سوار یا ہفت ہزاری ذات اور چار ہزاری سوار وغیرہ۔ ذات سے مراد فوجیوں کی تعداد اور سوار سے مراد شہسواروں کی تعداد تھی۔ ہر منصب دار کے لیے لازم تھا کہ وہ مقررہ تعداد میں سپاہی، شہسوار اور دوسرا سامان جنگ اپنے پاس رکھے ہتا کہ بوقت ضرورت وہ بادشاہ کی مدد کر سکے۔ ہر منصب دار کو اس کے منصب کے مطابق تجوہ اعلیٰ تھیں۔

اگر بادشاہ کسی منصب دار سے اس کی کسی غلطی کی بنا پر ناراض ہو جاتا تو اس کا منصب چھین لیا جاتا تھا۔ منصب موروثی نہ تھے۔ ہر شخص کو اس کی قابلیت یا خدمات کی بنا پر منصب عطا ہوتے تھے۔ منصب دار کے مرنے کے بعد اس کی تمام جائیداد ہجھ سرکار غلط کر لی جاتی تھی اور اس کے ترکے سے اس کے بیٹوں کو کچھ نہ ملتا تھا، اس لیے ہر منصب دار کی خواہش ہوئی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم خرچ کرے۔ اسی وجہ سے محل امراء بہت ساروں پر یہ عمارتیں تیسر پر خرچ کرتے

تھے۔ شری اور سو بیقاروں کی سرپرستی کرتے تاکہ مرنے کے بعد ان کا نام زندہ رہے۔ ہر سال ہر منصب دار کی فوج ہماروں اور گھروں اور غیرہ کا باقاعدہ معائنہ کیا جاتا تھا اور جزئی میں ان کا حلیہ لکھا جاتا تھا۔ گھروں کو باقاعدہ داغا جاتا تھا۔ ایک ران پر منصب دار کا اور دوسری ران پر سرکاری انشان ہوتا تھا۔

2- مذہبی پالیسی

اکبر کا تین مذہبی ماحول میں گزرنا وہ تجویزی میں ایک راخ المقادیر مسلمان تھا۔ وہ اسلامی شعار کا دل و جان سے احترام کرتا تھا اور پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ وہ صحیح سوریے بیدار ہو جاتا اور نماز فجر سے قل و ظائف میں مشغول رہتا تھا۔ اکبر کو بزرگوں کے ساتھ دلی عقیدت تھی۔ وہ ہر سال حضرت خواجہ میمن الدین چشتی کے مزار بمبارک کی زیارت کے لیے امیر جلایا کرتا تھا۔ اسے شیخ سلمی چشتی کے ساتھ بھی بہت عقیدت تھی۔

صوفیا کے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے اکبر نے فتح پور بیکری میں عبادت خانہ کے نام سے ایک عمارت تعمیر کروائی جہاں نماز جمعہ کے بعد وہ علماء مشائخ کے ساتھ بیٹھتا اور مذہبی مسائل پر گفتگو کرتا۔ ان مخالف میں ہونے والی علمی بحثوں کے باعث اکبر بادشاہ بدنگن ہو گیا۔

اس کے بعد اکبر نے مختلف مذاہب کے علماء کو بحث مبارکہ کے لیے دعوت نامے بھجوائے۔ ان میں عیسائی، پاری، چشتی اور ہندو مذہبی رہنماءں تھے۔ اکبر نے ان تمام مذہبی رہنماءں کی باتوں کو بغور سامنے گھوٹی طور پر اس کا دل پھر بھی مطمئن نہ ہوا۔ تاہم اکبر نے یہ رائے ضرور قائم کرنی کر سچائی صرف ایک مذہب کی اجارہ داری نہیں ہے۔ تمام مذاہب میں تھوڑی بہت محدثات موجود ہے۔ اکبر کے دل میں یہ خواہیں پیدا ہو گئی کہ ان تمام مذاہب کے اچھے اچھے اصولوں کو سمجھا کر دیا جائے۔ مذاہب کو سمجھا کرنے کے ساتھ ساتھ اکبر کے پیش نظر بہت سے سیاسی مقاصد اور مسائل بھی تھے۔

اکبر نے علاکے سیاسی امور میں عمل خلیل کو کرنے کی ابتدا 1579ء میں کی اور اس نے فتح پور بیکری کی جامع مسجد کے امام کو برطرف کر دیا اور منبر پر بیٹھ کر خود خط پر بڑھا۔ اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ اکبر اپنی مذہبی حیثیت منوائے۔ اکبر کو علماء پر برتری دلانے کے لیے ایک دستاویز تیار کی گئی۔ اس دستاویز پر تمام اہم علاکے دستخط کروائیے گئے۔ اس دستاویز کا خلاصہ یہ تھا کہ مذہبی امور میں بادشاہ کا فیصلہ آخری ہو گا۔ اکبر کی حیثیت مجہد مطلق کی ہی ہو گئی۔ اس سے علاکے اختیارات ختم ہو گئے۔ مجہد وقت بننے کے بعد



اس نے تمام نہاد بڑھیر پاک و ہندوؤں سے مختلف اصولوں کو سمجھا کر کے ایک نیادین بنایا۔ جس کا نام ”رسنِ الہی“ رکھا گیا۔ یہ دین 1582ء میں نافذ کر دیا گیا۔

رسنِ الہی میں داخلے سے پہلے اکبر امیدوار سے یہ عہد لیتا تھا کہ وہ اپنادین، مال، جان اور آبرو بادشاہ کے لیے قربان کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ اس مذہب میں بہت سی رسومات شامل کی گئیں، جن میں گائے کے گوشت کو کھانے کی ممانعت، آگ کا احترام بادشاہ کو بجہہ تعظیمی کرنا وغیرہ شامل تھے۔

اس طرح اکبر نے ایک مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت سے جہاں دری قتوں کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہا، وہیں اُس نے ملکی حیثیت اور اختیارات کو ختم کر کے نہ ہی طور پر تمام اختیارات اپنے پاس رکھ لیے۔ درسے نہاد بکار پنے سیاسی اثر میں لانے کے لیے اس نے رسنِ الہی کو شروع کیا اور مختلف نہ ہی گروہوں کو اپنے سیاسی اثر میں لانے کی کوشش کی۔ اکبر کی زندگی میں اس کے خواص مدی درباریوں نے رسنِ الہی کو قبول کر لیا۔ اس وقت کے مشہور عالم شیخ مبارک کے بیٹوں ابو الفضل اور فیضی نے ”رسنِ الہی“ کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ اکبر کی وفات کے ساتھ ہی رسنِ الہی کا خاتم ہو گیا۔ رسنِ الہی کو ختم کرنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نہایت اہم کرامہ ادا کیا۔

3- ہندوؤں اور اچھوتوں سے تعلقات

اکبر نے تمام ترقیاتی انتظام کے لیے ایسا احناضی استوار کرنا چاہا، جس کی مدد سے تمام تر طاقت اس کے اپنے ہاتھ میں مرکوز ہو سکے۔ اس ضمن میں سیاسی، انتظامی، اقتصادی، معاشرتی اور نہیں اقدامات شامل ہیں۔ اکبر کا خیال تھا کہ وہ ایسے ملک کا بادشاہ ہے، جہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بنتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک گروہ کو درسے پر فوکیت دیتا انتظامی اور سیاسی طور پر غیر مناسب ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح کے اقدام سے نظر انداز ہونے والا گروہ بادشاہ کو اچھانہ جانے گا۔ ان میں بادشاہ کے خلاف بدولی پھیلے گی جو جمیعی طور پر بریاست کے لیے عدم احکام کا باعث ہو گی۔ اس نظریے کو اکبر نے اپنی تمام پالیسیوں کے لیے بنیادی ستون مانا اور انہی کے تناظر میں عمل کیا۔ اکبر ایک باشور سیاست دان تھا۔ وہ یہ بات تجویز کرتا تھا کہ ایک وسیع اور مضبوط سلطنت اس وقت تک قائم رہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ اپنی رعنایا اور اہم سیاسی گروہوں کی حیات حاصل نہ کر لے۔ اس وقت ہندوستان کی گل آبادی کا تین چوتھائی حصہ ہندوؤں پر مشتمل تھا۔ ہندوؤں میں سیاسی طور پر سرگرم گروہ

راجپتوں کا تھا جو اکثر حکومتوں سے برپا کار رہتے تھے۔ اکبر کا خیال تھا کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور راجپتوں سے تعلقات کو بہتر کیا جائے۔ اس سلسلے میں اکبر نے درج ذیل اقدامات کیے:

i- اکبر کے عہد تک یہ دستور چلا آرہا تھا کہ جب ہندو یا تری کسی مندر یا کسی اور غیر ایسی مقام کی (یا ترا) زیارت کے لیے جاتے تو ان سے یا ترا نیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اکبر نے اس نیکس کو منسوخ کر دیا اور کہا کہ وہ کسی عبادت کرنے والے کی عبادت پر نیکس عامد کرنا کسی طور مناسب نہیں سمجھتا۔ یا ترا نیکس کی منسوخی سے عام ہندو رعایا اکبر کی گردیدہ ہو گئی۔

ii- 1564ء میں اکبر نے ایک فرمان کی رو سے ہندوؤں سے جز یہ لینے کو منسوخ کر دیا اور انھیں مسلمانوں کے ساوی شہری حقوق دے دیے۔ اس اعلان کا بھی عام ہندو آبادی پر خاطر خواہ اثر پڑا اور انھوں نے اکبر کو اپنا محض سمجھنا شروع کر دیا۔ اکبر سے پہلے حکمرانوں نے ہندوؤں کو دباؤ کر کھانا ہوا تھا۔ ہندوؤں پر کئی ایک غیر ضروری نیکس لگائے گئے تھے۔ اکبر نے سابق پالیسیوں کو ترک کر کے ان کے ساتھ مصالحت دیا اور اختیار کیا اور انھیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ راجہ نوڑل کی مالیاتی امور کے بارے میں خصوصی واقفیت اور تجربے کی بنا پر اسے اعلیٰ عہدہ دیا گیا اور ہر مل کو اپنا مشیر خاص بنایا۔

iii- اکبر کے ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ میں عملی طور پر تبدیلی سے راجپتوں میں بھی اکبر کے ساتھ تعاون کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس ضمن میں امیر (جے پور) کے راجہ بھاری مل نے اطاعت قبول کر لی۔ جذبہ دوستی کے اظہار کے طور پر اس نے اپنی بیٹی جودھا بائی کی شادی اکبر سے کر دی۔ اکبر نے اس راجا کے منح بولے جیسے بھگوان داس اور پوتے مان سنگھ کو اعلیٰ منصب عطا کیے۔ بھگوان داس اور مان سنگھ پر اعتماد کے اظہار کے طور پر انھیں نہایت اہم مہمات کی پہ سالاری سونپ دی گئی۔ ان دونوں نے اکبر کی سلطنت کو وسعت دیئے میں نہایت اہم کروارادا کیا۔

iv- راجہ بھاری مل کی ذاتی کوششوں سے بیکا نیر، چیسلیئر اور جودھپور کے راجپوت راجاؤں نے بھی اکبر کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح اکبر کی جاری کردہ راجپوت پالیسی سے مغلوں کے راجپتوں کے ساتھ خاندانی تعلقات قائم ہو گئے۔ ان لوگوں نے آنے والے دور میں بہت سے نمایاں کارناٹے انجام دیے۔

اکبر کی جائشی

1605ء میں اکبر کا انتقال ہوا۔ انتقال سے قبل اُس نے شہزادہ سلیمان کو اپنا جائش مقرر کر دیا تھا۔

نور الدین محمد جہانگیر

(1605ء - 1627ء)

ابتدائی حالاتِ زندگی اور تعلیم و تربیت



نور الدین محمد جہانگیر

1605ء میں جب شہزادہ سلیم پادشاہ بنا تو اُس نے نور الدین محمد جہانگیر کا لقب اختیار کیا۔ جہانگیر 1569ء میں فتح پور سکری میں پیدا ہوا۔ یہ اکبر کی راجپوت یبوی جودھا بائی کے بطن سے تھا۔ اکبر نے حضرت شیخ سلیم چشتی کے ساتھ اپنی عقیدت کی بنا پر اپنے بیٹے کا نام سلیم رکھا۔ اکبر، سلیم کو پیار سے شخوبابا کہا کرتا تھا۔ روایت مشہور ہے کہ سلیم سے پہلے اکبر کے ہاں جو بھی بچ پیدا ہوئے وہ نوت ہو گئے تھے۔ اکبر کی بڑی خواہش تھی کہ اُس کے بخت کا وارث پیدا ہو اور وہ زندہ سلامت بھی رہے۔ اس سلسلے میں اُس نے بہت سی شخصیتیں بھی مانیں۔ اکبر نے اُس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتی کے ہاں حاضری دے کر اپنے لیے دعا کروائی۔ اکبر نے سلیم کی پیدائش کے بعد اپنی مشکل پوری کیں۔ وہ اپنے دارالسلطنت سے پیدل حضرت شیخ سلیم چشتی کے ہاں پہنچا۔ آگرہ سے فتح پور سکری تک وہ اکثر قریباً 20 کلو میٹر سفر کیا کرتا تھا۔ اس طرح اکبر نے متعدد بار سفر کر کے لگاتار قریباً 480 کلو میٹر کا سفر اپنی اس منصب کو ادائے کے لیے کیا۔

اُس زمانے کے مشہور علماء اور فراہمکوں سلیم کی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر کیا گیا۔ ان علماء اور فراہمکی محبت میں سلیم کی تعلیمی صلاحیتوں کی بہت نشوونما ہوئی۔ اسے ترکی، عربی، فارسی اور ہندی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ تاریخ، جغرافیہ، علم مہات، علم حیوانات، موسیقی اور مصوری پر اُس کی گہری نظر تھی۔ وہ ایک انجانٹ نے باز بھی تھا۔ دینی اور دُنیاوی علوم کے ساتھ اس نے فون حرب میں بھی مہارت حاصل کی۔

نور جہاں



نور جہاں

نور جہاں کے آباؤ اجداد ایران سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کا اصل نام مہر النساء تھا۔ مہر النساء کے والد غیاث الدین کو اکبر کے دربار میں ملازمت مل گئی۔ غیاث الدین ترقی کرتا ہوا تمدن ہزاری منصب پر پہنچ گیا۔ اکبر نے خوش ہو کر اسے کابل کا داریوان مقرر کر دیا۔ یہیں قیام کے دوران میں مہر النساء کی سترہ سال کی عمر میں ایک فوجی شیراً لکن سے شادی ہوئی۔ شیراً لکن بنگال میں ایک جھڑپ میں قتل ہو گیا۔

شیراً لکن کی بیوی اور بیٹی کو اکبر کی بیوہ کی محبت میں دے دیا گیا کیونکہ وہ شاہی آداب اور تہذیب سے واقف تھی۔ 1611ء میں جہاںگیر نے

مہر النساء کو ایک زنانہ تقریب میں دیکھا۔ ان دونوں وہ اپنی بیوی مان بائی کی وفات کے بعد جہاں کا شکار تھا۔ وہ ایک بہتر فتحہ حیات کی حلاش میں تھا۔ جہاںگیر نے مہر النساء کو موزوں انتخاب سمجھتے ہوئے اسے نکاح کا پیغام بھجوادیا۔ مہر النساء اسے قبول کر لیا اور اس طرح جہاںگیر اور مہر النساء کی شادی ہو گئی۔ جہاںگیر نے مہر النساء کو ”ور محل“ کا خطاب دیا اور کچھ عرصے بعد اسے فور محل سے ”نور جہاں“ بنا دیا۔ اکبر کی بیوی کے انتقال کے بعد شاہی حرم میں سب سے زیادہ با اثر خاتون نور جہاں کو ہی سمجھا جاتا تھا۔

نور جہاں اپنی غیر معمولی خصوصیات کے باعث ایک طاقتور شخصیت کی حامل تھی۔ وہ جہاںگیر کے ساتھ تمام تر مشغلوں اور سرگرمیوں میں برابر کا حصہ لیتی تھی۔ دونوں کے درمیان ذوق اور دلچسپیوں کے معاملے میں کافی حد تک مطابقت پائی جاتی تھی۔ سبھی وجہے کے اس نے جہاںگیر کو غیر معمولی طور پر ممتاز کیا۔ جہاںگیر آہستہ آہستہ مکمل طور پر اس کے زیر اثر ہو گیا۔ جہاںگیر کی خوبی صحت کی بنا پر نور جہاں نے امور سلطنت میں دل جھی لینا شروع کر دی اور آہستہ آہستہ اس نے حکومتی معاملات پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ جہاںگیر کے آخری دور میں اکثر شاہی احکامات اور فرمانیں کا جرا نور جہاں کی مشاورت سے ہوتا تھا۔ 1645ء میں نور جہاں کا انتقال ہوا اور اسے شاہدرہ لاہور میں دفن کیا گیا۔

جہاںگیر اور نور جہاں کے دور کی ثقافت

جہاںگیر اور نور جہاں کے دور کی ثقافت کے اہم پہلو درج ذیل ہیں:

1- شاعری

جہاںگیر فارسی ادب اور شعر و شاعری کا رلدا رہ تھا۔ جہاںگیر کو معلوم فطرت پر سند سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کتاب "خوب جہاںگیری" کو فارسی ادب میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ اس کا علمی ذوق بھی برواب لندن تھا۔ اس دور کی لکھتی ہوئی تحریریں اب بھی موجود ہیں۔ جہاںگیر کے بعد میں فارسی زبان و ادب پر بہت کام ہوا۔ نور جہاں بھی اچھی شاعری تھی اور بہت اچھا ادبی ذوق رکھتی تھی۔ وہ فارسی زبان سے خوب آشنا تھی اور اپنے شعر کہتی تھی۔ نور جہاں نے شاعری کے ساتھ ساتھ جدید فیشن اور مختلف کھانوں کو بھی پریسٹری پاک و ہند میں متعارف کرایا۔

2- مصوّری

جہاںگیر کے عہد میں فنِ مصوّری نے اس قدر ترقی کی کہ انسانی چہرہ ایک ماہر مصوّر تیار کرتا تھا، لباس دوسرا مصوّر تیار کرتا تھا اور ہر منظر تسلیم مصوّر رکھتا تھا۔ ان تصویریوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان تصویریوں کو دیکھ کر یہ محسوں ہوتا ہے کہ کسرہ بھی اس سے بہتر تصویر تیار نہیں کر سکتا۔ نور جہاں نے ہندوستان میں نئے زیورات اور لباس متعارف کرائے۔

مغلیہ و بستانِ مصوّری جہاںگیر کے عہد حکومت میں اس کے ذاتی ذوق و شوق سے باہم عروج کو پہنچا۔ وہ سفر میں بھی مصوّر را پہنچا کر رکھتا تھا۔ جہاں کوئی خوبصورت پھول، پرنو یا جانور نظر آتا، وہ ان کی تصویریں تیار کر رکھتا تھا۔ ایک بار جہاںگیر نے ایک شیر کی آنکھ میں گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے درباری مصوّر نے یہ منظر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔ جہاںگیر کو تصویریوں کی اس قدر پیچان تھی کہ وہ تصویر دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ وہ کس مصوّر کی تیاری کی ہوئی ہے۔ اس تاذ مصوّر جو جانوروں کا مصوّر تھا، اس کا درباری مصوّر تھا۔ اس کی بنائی ہوئی پرندوں اور جانوروں کی اقسام پرہنیا کے مشہور عجائب گھروں میں محفوظ ہیں۔

3- فنِ تعمیر

جہاںگیر کو تعمیرات کی بجائے مصوّری کا ازیادہ شوق رہا۔ پھر بھی اس کے عہد میں چند خوبصورت عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ لاہور میں سُقی دروازے کے اندر تیکم شاہی مسجد اسی دور میں تعمیر ہوئی۔ لاہور کے قلعے میں جہاںگیر نے ایک خوب گاہ تعمیر کر لی۔

جس میں ان دنوں عیاں بھی جہاںگیری عہد کی ایک عمده عمارت ہے۔ اس میں جہاںگیر کی ایک جیتنی بیوی صاحبِ جمال کی قبر ہے۔ اسی زمانے میں نور جہاں نے آگرہ میں اپنے والد اور والدہ کا شاندار مقبرہ تعمیر کرایا جو مقبرہ اعتماد الدولہ کے نام سے مشور ہے۔ یاتھی خوب صورت عمارت ہے کہ اگر آگرہ میں تاج محل نہ ہوتا تو لوگ اسے دیکھنے کے لیے آگرہ جایا کرتے۔ مقبرے کی عمارت و منزلہ ہے اور چاروں کونوں پر چینا تعمیر کیے گئے ہیں، جن پر پنچی کاری کا خوب صورت کام کیا گیا۔ مقبرے پر گنبد کی بجائے بنگالی طرز کی چھت تعمیر کی گئی ہے جہاں ماحول میں بڑی واضح دکھائی دیتی ہے۔ جننا کا پانی مقبرہ اعتماد الدولہ کو چھوکر گز رتا ہے۔ جہاںگیر کو مناظر فطرت کے ساتھ طبعی لگاؤ تھا، اس لیے اس نے کشیر میں نشاط باعث بنا لاما رباع اور سیم باع تعمیر کرائے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

4 موسيقی

جہاںگیر کے عہد میں بہت سارے موسيقار شاہی دربار سے وابست تھے اور ان میں ہندوستانیوں کے علاوہ ایرانی اور کشیری بھی شامل تھے۔ جہاںگیر موسيقی اور موسيقاروں کی بہت سر پرستی کرتا تھا۔ اس نے اپنی ترک میں کنی فن کاروں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

جہاںگیر کی محل موسیقی میں لوگ وجد میں آ جاتے تھے۔ اس نے ترک میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک بار امر ایک محل میں قول امیر خسر و کلام پیش کر رہے تھے کہ ایک شعر پر ملکاً احمد علی کو وجود آگیا اور اسی عالم میں اس کی زوج پر واز کرنی۔

النصاف کی فراہمی کے لیے جہاںگیر کا جذبہ

نور الدین محمد جہاںگیر نے اپنی حکومت کی ابتدا حکومت پسند اقدامات سے کی۔ اس نے تمام جنگی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اسلام کی خلافت کا ذمہ اٹھایا اور تمام خانہں کو عام معافی دے دی، جن لوگوں نے اس کو بادشاہ بنانے میں اُس کی مدد کی، ان کو اعلیٰ عہد سے عطا کیے۔ شاہی محل کے باہر ایک زنجیر نصب کروادی، جسے ہلا کر کوئی بھی شخص بادشاہ سے انصاف طلب کر سکتا تھا۔

وفات

1627ء میں جہاںگیر کی طبیعت اچاک خراب ہو گئی۔ اس کا انتقال لاہور میں ہوا اور (شہدرہ) لاہوری میں مقبرہ تعمیر ہوا۔

شہاب الدین محمد شاہ جہاں

(1628ء - 1658ء)

ابتدائی حالات زندگی

1627ء میں جہاگیر کا انتقال ہوا۔ جنوری 1628ء میں جہاگیر کا بیٹا شاہ جہاں باشاہ بننا۔ شاہ جہاں کا اصل نام خرم تھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے شہاب الدین محمد شاہ جہاں کا لقب اختیار کیا۔
شہزادہ خرم کی ولادت 1592ء میں لاہور میں ہوئی۔



مغل باشاہ شاہ جہاں

اکبر کی ایک بیوی رقیہ سلطانہ نے اسے گودالے لیا۔ خرم کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ بہت سے عالم اور فاضل لوگوں کو اسے تعلیم دینے پر مأمور کیا گیا۔ خرم نے جلدی مرقوم تعلیم سے فراخیت حاصل کر لی اور فن پر گری سکھنے کی طرف توجہ دی۔ اس سلسلے میں اس نے شمشیر زنی، تیر آندازی، نیزہ بازی، شہسواری اور بندوق چلانے کے فن سکھے۔ نوجوانی میں ہی اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کی شہرت ہو گئی تھی۔

1610ء میں خرم کی پہلی شادی ہوئی اور 1612ء میں اس کی دوسری شادی ارجمند بانو سے ہوئی، جس کے بعد اسے متاز محل کا خطاب ملا۔ انھی دنوں اسے ولی عہد کے لیے مخصوص جاگیر ملی۔ شہزادہ خرم نے جہاگیر کے عہد میں نہایت اہم نویعت کی مہمات سرکیں۔ ان میں میواڑ کے راجا کو اطاعت پر مجبور کرنا اور دکن میں احمد گر کے حاکم کو مغل دشمنی سے باز رکھنا شامل ہیں۔ جہاگیر بھی شہزادہ خرم کی صلاحیتوں کا مترف تھا اور ہر لحاظ سے اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔

شاہ جہاں کا دور حکومت مغلیہ وور کا شہری زمانہ

شاہ جہاں کا دور حکومت مغلیہ دور کا شہری زمانہ کہلاتا ہے کیونکہ اسے ایک وسیع اور خوش حال ریاست و رثے میں ملی تھی۔ ریاست میں امن و امان تھا۔ شاہ جہاں ایک پڑھا لکھا اور سمجھا ہوا انسان تھا۔ وہ ایک فرض شناس اور جفا کش حکمران تھا۔ وہ اعلیٰ انتظام سلطنت، نظم و نتق اور عدل و انصاف کے لحاظ سے دوسرا سے حکمرانوں سے بہت بہتر تھا۔

شاہ جہاں کے دور حکومت میں صنعت و حرفت، تجارت، فن تعمیر اور علم و ادب میں بہت ترقی ہوئی۔ شاہ جہاں نے دربار میں غیر اسلامی رسمات اور رجدة تعظیمی کو ختم کر دیا۔ اس نے قمری سن رانچ کیا۔ اس نے اپنے دربار میں اسلامی تقریبات بڑے اہتمام سے منانے کا اہتمام کیا۔

شاہ جہاں دوسری ثقافت اور فن تعمیر

شاہ جہاں دوسری ثقافت اور فن تعمیر کا مختصر خلاکرذیل میں پیش کیا گیا ہے:

- 1۔ شاہ جہاں کا عہد حکومت مظاہر دوسری ثقافت اور فن تعمیر کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس نے آگرہ میں اپنی قیمتی یورپی متاز محل کی تعمیر پر تاج محل تعمیر کرایا، جس کا شمار دنیا کے سات بڑے عجائب میں ہوتا ہے۔ یہ تمام عمارت سفید سنگ مرمر سے تیار کی گئی۔ تاج محل کا گنبد بہت ہی خوب صورت ہے۔ دریائے جمنا کا پانی تاج محل کو چھو کر گزرتا ہے۔ مقبرے کے ارد گرد بڑا خوش نہاباغ ہے۔ یا ایک ایسی عمارت ہے، جسے پار بارڈ لیکھنے کو دل چاہتا ہے۔
- 2۔ دہلی کا لال قلعہ بھی شاہ جہاں نے تعمیر کروایا۔ اس کے اندر رنگ محل کی عمارت، دیوان خاص اور دیوان عام قاملی دید میں، جن میں مرغی سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے۔ شاہ جہاں نے دہلی میں جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔
- 3۔ شاہ جہاں نے لاہور میں شالamar باغ تعمیر کرایا، جس کا شمار دنیا کے خوبصورت باغوں میں ہوتا ہے۔ باغ کے اندر نہریں اور فوارے روائی ہیں۔ لاہور میں اسی عہد میں جہانگیر کا مقبرہ تیار ہوا۔ اس کے کونوں پر چار منار ہیں۔ مقبرے کے گرد خوبصورت باغ ہے۔
- 4۔ مقبرہ جہانگیر کے قریب ہی اس کے وزیر اور ملکہ نور جہاں کے بھائی آصف جاہ کا مقبرہ ہے۔ اس کا گنبد بلب نما ہے۔ نور جہاں کا مقبرہ بھی شاہپورہ، لاہور میں واقع ہے۔ یہ بڑی ہوادار عمارت ہے۔
- 5۔ شاہ جہاں کے عہد میں لاہور کے قلعہ میں شیش محل تعمیر ہوا۔ اس میں ششیں اس طریقے سے لگائے گئے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیش محل کے قریب ہی نوکھا بارہ دری کی عمارت ہے۔ اس عمارت میں سنگ مرمر کو خود کراس میں رنگ برلنگے قیمتی پتھر جزر کر بخول اور پیاس بنائی گئی ہیں۔
- 6۔ لاہور میں اسی زمانے میں ایک مسجد و زیر خاں تعمیر کرائی گئی، جس پر بہترین چیز کاری کے نمونے موجود ہیں۔ اس مسجد کے منار اپنی وضع قطع کے لحاظ سے منفرد ہیں۔ اس عمارت پر ایوان کے فن تعمیر کا اثر نمایاں ہے۔
- 7۔ شاہ جہاں نے تھنچہ میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی جس کے اندر ورنی گنبد پر بزرگ نگ کے حاشیے بہت خوبصورتی سے بنائے گئے ہیں۔
- 8۔ شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرائی گئی نے آگرہ میں جامع مسجد بنوائی۔ اس کے اوپر تین گنبد بننے ہوئے ہیں۔

شہ جہاں کی وسط ایشیائی پالیسی

وسط ایشیا کا علاقہ مغلیہ سلطنت کے بانی بابر کا دل تھا۔ سر قدر اور بخارا جیسے علمی مرکز اسی علاقے میں تھے۔ چونکہ مغل حکمرانوں کے چند امجد کی نسبت اس علاقے سے تھی اس لیے یہاں سلطنت قائم رکھنے کی خواہش اکثر مغل حکمرانوں کے دل میں انٹھی تھی اور پھر یہ علاقہ تجارتی نقطہ نظر سے بھی ایک اہم تجارتی راستے پر واقع تھا۔

بابر نے تین پار سر قدر فوج کیا اگر اپنی فوج برقرار رکھ سکا۔ اس کے جانشین ہندوستان میں اپنے حکومتی مسائل کو حل کرنے میں آنکھ رہے۔ شہ جہاں کے پاس دولت کی ریل چل تھی اور ملک میں امن و امان کی صورت حال بھی بہتر تھی۔ اس کے دل میں وسط ایشیا پر حکومت قائم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ 1645ء میں وسط ایشیا میں نذر محمد کی حکومت تھی۔ اس کی حکومت عوام میں غیر مقبول تھی، جس کے خلاف بغاوت ہو گئی اور فوج اور عوام نے اس کے بیٹے عبدالعزیز کو تخت پر تھادیا۔ نذر محمد نے شہ جہاں سے مد طلب کی۔ شہ جہاں کو اپنی دیرینی خواہش پوری کرنے اور وسط ایشیا میں سیاسی مداخلات کا موقع مل گیا۔ شہ جہاں نے نذر محمد کا اشارہ پاتے ہوئے ایک کثیر فوج بن لیا اور بد خشائی کی طرف روانہ کر دی۔ نذر محمد، شہ جہاں کے عزم کو جلد ہی سمجھ گیا۔ وہ فوراً ایران کی طرف فرار ہو گیا اور مغلوں نے بیٹھ اور بد خشائی پر قبضہ کر لیا۔

سرد موسم شروع ہوتے ہی مغل فوج نے واپسی کا ارادہ کیا۔ واضح رہے کہ وسط ایشیا میں سردی کی شدت ہندوستانی پاشندوں کی برداشت سے باہر تھی۔ شہزادہ مراد اس مہم کا سربراہ تھا۔ اس نے اجازت کا انتظار کیے بغیر واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ اس طرح ایک بڑا منتصہ حملہ علاقہ مغلوں کے قبضے سے نکل گیا۔

1647ء میں شہ جہاں نے شہزادہ اور گنگ زیب کو بیٹھ کی تحریر کے لیے روانہ کیا اور اس مہم کی گمراہی کی خاطر خود بھی کامل پہنچ گیا۔ کافی دشواری کے بعد اور گنگ زیب نے بیٹھ فتح کر لیا۔ وسط ایشیا کے حکران عبدالعزیز نے مقابلہ کیا اگر ٹکست کھا کر صلح پر مجبور ہو گیا۔ اس زمانے میں نذر محمد نے ایرانی سپاہیوں کی مدد سے اپنا کھویا ہوا علاقہ حاصل کرنے کی کوشش کی گمراہ کام رہا۔ ٹکست کھانے کے بعد نذر محمد نے شہ جہاں سے درخواست کی کہ وہ مفتود علاقے اسے بخش دے۔ اس کی درخواست پر شہ جہاں نے بیٹھ اور بد خشائی اس کے حوالے کر دیے۔ عملی طور پر مقامی اذکوؤں کے گوریا طریقے جگ اور موکی حالات کے پیش نظر فتوحات کو اپنے قبضے میں رکھنا ممکن نہ تھا۔ شہ جہاں نے یہ علاقے ترک کر دینے میں ہی عافیت سمجھی۔ ان مہمات پر شہ جہاں کا کروڑوں روپیہ خرچ ہوا۔ اذکوؤں نے مغل فوج کو بڑا جانی اور مالی

لقصان پہنچایا اور سردموسیم میں لاتعداد فوجوں کی ہلاکت ہوئی۔ مجھوں طور پر ان مہمات سے کسی تم کا سیاسی یا نووچی فائدہ نہ ہوا۔ اس طرح شاہ جہاں کی وسط ایشیائی پالیسی ٹاکام ہو گئی۔

شاہ جہاں کے دور حکومت کی چند فتوحات

شاہ جہاں کے دور حکومت کی چند فتوحات کا ذیل میں احاطہ کیا گیا ہے:

1- پرستکروں سے معرکہ

پہنچیری، یورپ کے جنوب مغربی ملک پرتگال کے باشندے ہیں۔ پندرہویں اور سولھویں صدی عیسوی میں وہ چہار رانی کے فن میں دوسری اقوام یورپ سے بہت آگئے نکل گئے تھے۔ ایک پہنچیری ملاح و اسکوڑے گا 1498ء میں ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد پہنچیری جہاز اس علاقے میں منڈلانے لگے۔ انہوں نے مقامی حکراں کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر بہرہ صیر کے جنوبی ساحل گوا، دمن اور دیو پر قبضہ کر لیا۔ 1579ء میں بیگال کے شہر ہنگلی میں ایک تجارتی مرکز قائم کر لیا۔ جسے رفت رفت انہوں نے ایک مضبوط قلعے میں تبدیل کر لیا۔ پہنچیری، بحری جہازوں اور ساحلی شہروں کو لوٹ لیتے تھے۔ یہ ان کا ذریعہ معاشر تھا۔ ان لوگوں نے ہنگلی کے نواحی میں مغل علاقے میں نہنے والے تاجریوں سے زبردستی پیکیں وصول کرنا شروع کر دیا۔ مقامی باشندوں سے زبردستی بیگار بھی لی جاتی تھی۔ 1632ء میں مغل فوج نے ہنگلی کے قلعے کا تین اطراف سے حاصہ کر لیا، جو شین ماہ تک جاری رہا۔ اس معرکے میں ہزاروں پہنچیری ہلاک ہوئے۔ ہنگلی کے قلعے سے ہزاروں کی تعداد میں مقامی باشندوں کو برآمد کیا گیا۔ جن سے پہنچیری بیگار لیا کرتے تھے۔

2- احمد نگر

1630ء میں احمد نگر شدید قحط کی پیٹ میں آگیا، جس سے ہزاروں لوگ مرنے لگے۔ ان حالات میں بیجا پور کے حکر ان، ہر ہٹوں کی مدد سے احمد نگر پر قبضہ ہو گئے۔ اس کے بعد مغلوں کے ایک سپہ سالار نے احمد نگر پر قبضہ کر لیا۔ یوں 1633ء میں احمد نگر مغلی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

3- گولکنڈہ اور بیجا پور

شاہ جہاں نے گولکنڈہ اور بیجا پور کے حکر انوں کو اطاعت کی دعوت دی۔ گولکنڈہ کے حکر ان نے اطاعت قبول کر لی اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ بیجا پور کے حکر ان نے شاہ جہاں کی اطاعت سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر شاہ جہاں نے

تمن اطراف سے بجا پور پر حملہ کیا۔ بجا پور کے حکمران نے صلح کی درخواست پیش کر دی۔ شاہ جہاں نے سالانہ خراج کی ادا۔ تجھی اور مرہٹوں سے لائق رہنے کا وعدہ لے کر صلح کر لی۔

شاہ جہاں کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لیے جنگ

ستمبر 1657ء کو شاہ جہاں کی علاالت کا آغاز ہوا۔ علاج معا瘠ے کے باوجود اس کی صحت روز بروز گرنے لگی۔ یہ آفواہ پھیل گئی کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس وقت شاہ جہاں کے چار بیٹے زندہ تھے، جن کے درمیان تخت نشینی کی جگہ شروع ہو گئی۔ مغلوں میں اصولی جائشی کے ضمن میں عموماً یہی سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا ولی عہد ہو گا تاہم ایسا کرتا تھا۔ بھی نہ تھا۔

دارالشکوہ

شاہ جہاں نے اپنی زندگی میں ہی دارالشکوہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ یہ انتظامی صلاحیت اور عُسکری قابلیت سے بے بہرہ تھا۔

شجاع

شاہ جہاں کا دوسرا بیٹا شجاع تھا۔ یہ بیگل کا گورنر تھا۔ اپنی شخصیت کے اعتبار سے تسلیم پسند اور انتظامی صلاحیتوں سے عاری تھا۔

اورنگزیب

شاہ جہاں کا تیسرا بیٹا اور نگزیب تھا۔ یہ مزاج اور سمجھ بوجھ کے اعتبار سے کافی بہتر شخص تھا۔ اس میں متھل مزالی، تذیر اور سمجھداری جیسے اوصاف موجود تھے۔ اس نے دکن میں نائب کی حیثیت سے اپنی انتظامی صلاحیتوں کا امتحان مظاہرہ کیا تھا۔ شاہ جہاں نے اسے دکن کا گورنر مقرر کیا تھا۔

مراد

شاہ جہاں کا چوتھا بیٹا مراد بھی سیاسی اور انتظامی طور پر بہتر شخص نہ تھا۔ وہ بہت جلد باز تھا۔ شاہ جہاں نے اسے سمجھرات کا گورنر مقرر کیا تھا۔

داقتuat

شاہ جہاں کی علاالت کے زمانے میں دارالشکوہ درپار میں موجود تھا۔ اس نے اپنے اقتدار کی راہ میں متوقع خطرات کا سبب باب کرنے کے لیے ضروری اقدامات کرنے شروع کر دیے۔ دارالشکوہ نے آگرہ سے باہر جانے والے

راستوں پر پھرے بخادیے۔ دارالٹکوہ کی ان حرکات سے اس کے بھائی سخت پریشان ہو گئے اور انھوں نے بھی حصول سخت کے لیے پیش قدمی کی جتاریاں شروع کر دیں۔

سب سے پہلے مراد نے گجرات میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس نے سورت کو دارالٹکومت قرار دے کر وہاں اپنے نام کے سکے جارے کیے اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ شجاع نے بنگال میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے تاج پوشی کی رسم ادا کی اور ایک بڑا لشکر لے کر آگرہ کی طرف کوچ کیا۔

اور انگریز بانی دنوں دکن میں موجود تھا۔ اس نے فوری کارروائی کرنے کی بجائے اپنی طاقت کو مزید مضبوط بنانے پر توجہ دی۔ اس نے مراد کو بھی پیغام بھجوادیا کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ دنوں بھائیوں نے آپس میں مٹ کیا کہ وہ دنوں مل کر دارالٹکوہ کا مقابلہ کریں گے۔ کامیابی کی صورت میں مراد کو ماں غنیمت کا $\frac{1}{2}$ حصہ اور پنجاب، کامل، کشمیر اور سندھ کی حکومت ملے گی۔ باقی علاقوں پر انگریزیب کا حق ہو گا۔

بھائیوں کے درمیان معروکوں کی تفصیل

پہلا معمر کہ: شجاع اور دارالٹکوہ کا مقابلہ

شجاع اپنا لشکر لے کر آگرہ کی جانب روانہ ہوا اور بلا مزاحمت بیارس پہنچ گیا۔ دارالٹکوہ نے اس کے مقابلے کے لیے اپنے بڑے بیٹے کو بھیجا۔ فروری 1658ء کو بیارس کے قرب یہ معمر کہ ہوا، شجاع کو تکست ہوئی اور وہ بنگال کی طرف بھاگ گیا۔

دوسرा معمر کہ: انگریز اور مراد کی مشترکہ فوج کا دارالٹکوہ سے مقابلہ

اور انگریز اور مراد کی مشترکہ پیش قدمی کا سن کر دارالٹکوہ نے اپنا لشکر روانہ کیا۔ اجین کے قریب دنوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اس میں دارالٹکوہ کی فوج کو تکست ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ گیا۔ اس جگہ سے انگریزیب کی فوجی طاقت کی دھاک پیدھنگئی۔

تیسرا معمر کہ: انگریز اور مراد کی مشترکہ فوج کا دارالٹکوہ سے دوبارہ مقابلہ

دارالٹکوہ کی فوج کو تکست دے کر انگریز اور مراد کو ایسا پہنچے اور یہاں سے آگرہ کی طرف چل پڑے۔ اب وہ آگرہ کے قریب تھے کہ دنوں لشکروں کا دوبارہ سامنا ہو گیا۔ دارالٹکوہ نے اندر خادم دنگولہ باری شروع کر دی۔ انگریزیب کی فوج نے سخت مزاحمت کے باوجود بڑی ہمت سے لڑائی جاری رکھی۔ جگہ کے عروج پر دارالٹکوہ زخمی ہو گیا۔ وہ

شدید زخمی حالت میں بان بچا کر آگرہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی فوج نے سمجھا کہ وہ مارا گیا ہے، اس لیے اس کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور انگریز ہب نے آگرہ پر قبضہ کر لیا تو وہ دارالشکوہ والی کی طرف بھاگ گیا۔

آگرہ کا انتظام کرنے کے بعد اور انگریز ہب اور مراد، دارالشکوہ کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں اور انگریز ہب کو شاہ جہاں کا ایک خفیہ خط ملا، جس میں شاہ جہاں نے مراد کو اور انگریز ہب کا ساتھ چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا اور اسے دہلی کے تخت کی پیشکش کی گئی تھی۔ اس پر اور انگریز ہب نے کمال ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے مراد کو گرفتار کر کے گواہیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ اس طرح اور انگریز ہب نے اپنے تخت کے حصول میں ایک اور دعویدار سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور انگریز ہب نے مراد کی گرفتاری کے بعد جولائی 1658ء میں اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔

شاہ جہاں، اور انگریز ہب کے آگرہ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اس سے ناراض تھا۔ تاہم شاہ جہاں کی ایک بیٹی نے باپ بیٹے میں صلح کروائی مگر ایک روایت کے مطابق اسی دوران ایک خط پکڑا گیا، جس میں شاہ جہاں نے دہلی میں موجود دارالشکوہ کو لکھا تھا کہ وہ دہلی میں رہے اور اس کے جانشین کا جلد فیصلہ کر لیا جائے گا۔ اور انگریز ہب نے اُس خط کے پکڑے جانے کے بعد شاہ جہاں سے بخوبی اور اُسے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ شاہ جہاں کا انتقال 1666ء کو اسی نظر بندی کے دوران میں ہوا تھا۔

چوتھا معزکہ: اور انگریز ہب اور شجاع کا مقابلہ

اور انگریز ہب کو دارالشکوہ کے تعاقب میں مشغول پا کر شجاع نے ایک بار پھر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک لشکر اور عمدہ توب خانہ لے کر بنگال سے الہ آباد پہنچا اور آگرہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اور انگریز ہب نے دارالشکوہ کا تعاقب ترک کر کے شجاع کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جنوری 1659ء کو دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی، جس میں شجاع کو شکست ہوئی۔ شجاع مشرقی بنگال کی طرف بھاگ گیا۔

پانچواں معزکہ: اور انگریز ہب اور دارالشکوہ کا دوبارہ مقابلہ

شجاع اور انگریز ہب کی باہمی چیقلش سے فائدہ اٹھا کر دارالشکوہ نے خوب تیاری کی۔ وہ ملنان میں موجود تھا، وہاں سے وہ سندھ اور سندھ سے الجیر پہنچا۔ اُس نے کئی راجاؤں سے مدد کی ورخواست کی۔ چند ایک نے اس کو مدد کا یقین بھی دلایا۔ الجیر شریف میں اور انگریز ہب کا مقابلہ دارالشکوہ سے ہوا۔ لڑائی کے وقت کئی راجاؤں نے وعدے کے باوجود دارالشکوہ کی مدد سے ہاتھ ٹھیک کیا۔ دارالشکوہ کو لڑائی میں شکست ہوئی اور وہ میدان جگ سے بھاگ گیا۔ دارالشکوہ

مد کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا تھا کہ اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ اُس پر مقدمہ چالا یا گیا اور بعد ازاں اُسے قتل کر دیا گیا۔ دارالحکومہ کے قتل کے بعد اُس کے بیٹے سلیمان شکوہ نے بدلا رینے کی کوشش کی مگر اُسے بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ یوں اور نگزیرب کے مقابل تخت کے تمام دعوے دار راستے سے ہنادیے گئے اور وہ بیان شرکت غیرے بر صغر پاک و ہند کا بادشاہ بن گیا۔

ابو المظفر محی الدین اور نگزیرب عالمگیر

(1658ء - 1707ء)

ابتدائی حالات زندگی

اور نگزیرب 1618ء میں پیدا ہوا۔ وہ شاہ جہاں کا تیسرا بیٹا تھا۔ اور نگزیرب کی ابتدائی تربیت حسب دستور بہت سے جیخ علماء اور اساتذہ کرام نے کی۔ اسے عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبان سچھائی گئی۔ فن حرب میں بھی اس نے



اور نگزیرب عالمگیر

مہارت حاصل کی۔ شاہ جہاں، اور نگزیرب کی قابلیت اور سمجھ بو جو کا قائل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے ذریعے کی اہم مہمات میں اور نگزیرب نے بھی حصہ لیا۔ وہ ذاتی شخصیت کے اعتبار سے اعلیٰ اور مضبوط ارادے کا مالک تھا۔ انھی خوبیوں کے باعث شاہ جہاں کی علالت کے دوران میں تختِ ششی کی جگہ میں اور نگزیرب کا میاپ ہوا۔ اس نے ہندوستان کا تخت سنجالا۔ وہ بادشاہ کے منصب کو ایک مقدس امانت سمجھتا تھا اور تمام امور کے لیے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ گرداتا تھا۔ شاہی خزانے کو وہ قوم کی امانت سمجھتا تھا۔ امور سلطنت کی انجام دہی میں اور نگزیرب بڑا اختیار اور فرض شناس تھا۔ اور نگزیرب، حضرت مجید والفقیہؑ کی تعلیمات سے متاثر تھا، اسی وجہ سے اس نے اسلامی معاشرے کے قیام کے بارے میں اہم آنکھیں کیے۔

اور نگزیب کے عہد حکومت کے مختلف مراحل اور مسائل

اور نگزیب کے دور حکومت کو سمجھنے کے لیے اسے دور اعلیٰ یا حصول میں تسمیہ کیا جاتا ہے۔

1- پہلا دور 1658ء سے 1681ء تک کا ہے، جس میں اور نگزیب شاہی ہندوستان کے مسائل میں مصروف رہا۔

2- دوسرا دور 1682ء سے 1707ء تک ہے۔ اس دور میں اور نگزیب کی ول جمی کا مرکز جنوبی ہندوستان میں دکن کا علاقہ رہا۔

اور نگزیب کے دور حکومت میں مغلیہ سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔ اس دور میں سیاسی انتشار بہت زیادہ رہا اور اس کی توجہ مسلسل اس انتشار کو ختم کرنے میں لگی رہی، اس لیے وہ انتظامی معاملات پر مکمل طور توجہ نہ دے سکا۔ اور نگزیب کے عہد میں بکھرے علاقوں پر قبضہ کیا گیا۔

1- شاہی ہندوستان (آسام، اوج اور بہار)

شاہ جہاں کے بیٹوں میں تخت کے لیے جنگلوں کے دوران آسام، اوج اور بہار کے حکمرانوں نے مغلوں کے علاقوں پر حملہ شروع کر دیے۔ داخلی کشمکش کے باعث مغل اس طرف توجہ نہ دے سکے۔ جب اور نگزیب نے مکمل طور پر بادشاہت پر قبضہ کر لیا تو اس نے فوج کشی کر کے آسام، اوج اور بہار کے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

راجپوتوں سے تعلقات

شاہ جہاں کی علاالت کے دوران جب اس کے بیٹوں میں تخت حاصل کرنے لیے لڑائی شروع ہوئی تو راجپوت ریاستوں نے بھی اپنی سیاسی ضرورت کے تحت آپس میں اتحاد کر لیا۔ میواڑ کے راجپوت راجانے اتحاد کی ان کوششوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اور گزریب نے بادشاہ بننے کے بعد راجپوتوں سے کئی جنگیں لڑیں۔ آخر کار مغلوں نے میواڑ کو فتح کر لیا اور دوسرے راجپوت علاقوں پر بھی اپنا کشور و قائم کر لیا۔ اور نگزیب نے اپنے بیٹے شہزادہ اکبر کو یہاں کا نختم مقبرہ کر دیا۔ شہزادہ اکبر نے یہاں قیام کے دوران میں اور نگزیب کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور نگزیب خود باغی بیٹے کے مقابلے میں نکلا۔ شہزادہ اکبر یہاں سے فرار ہو کر دکن سے ایران کی طرف چلا گیا اور اس نے اپنی تمام میرا ایران میں گزار دی۔ 1701ء میں راجپوتوں نے دوبارہ حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ راجپوتوں سے جنگ و صلح کا سلسلہ جاری تھا کہ اور نگزیب کا انتقال ہو گیا۔

سکھوں کی شورش

اور انگریز کے زمانے میں سکھوں نے پنجاب اور کشمیر میں اول مارش روئے کر دی۔ اس پر شاہی فوج حرکت میں آگئی اور سکھوں کو کئی مسروکوں میں لکھت ہوتی۔ آخر کار سکھوں کے گروں نے اور انگریز کی اطاعت قبول کر لی۔

جاٹوں کی بغاوت

1669ء میں مظہرا کے نواح میں آباد ہندو جاٹوں نے اور انگریز کے خلاف بغاوت کر دی اور ارد گرد کے علاقوں پر حملہ شروع کر دیے۔ اور انگریز نے اپنے پوتے بیدار بخت کو جاٹوں کی سر کوبی کے لیے بھیجا۔ بیدار بخت نے ایک خون ریز جنگ کے بعد جاٹوں کو بیکھست دی۔

۲۔ جنوبی ہندوستان (بیجا پور، گولکنڈہ اور احمد نگر وغیرہ)

جنوبی ہندوستان میں دکن کے علاقے میں بیجا پور، گولکنڈہ اور احمد نگر وغیرہ کی ریاستیں سمندری تجارت کے سلسلے میں اہم بندرگاہیں رکھتی تھیں۔ مغلیہ حکمرانوں کے لیے جنوبی علاقے ایک چیلنج اور خطرہ بنے رہے۔ جنوبی ہندوستان تخت مظیہ سے دور تھا اور اس دوری کے باعث انتظامی اور فوجی طور پر ان علاقوں پر کنٹرول رکھنا خاصا مشکل تھا۔ مرکز کی طرف سے معمولی سی لاپرواں کے باعث ان علاقوں میں سیاسی گزبرہ شروع ہو جاتی اور حکومت کو پھر نے سرے سے کارروائی کرنا پڑتی تھی۔ اور انگریز کے دور حکومت میں ان علاقوں میں مغلوں نے فوجی کامیابیاں حاصل کیں مگر اس کے لیے اور انگریز کو اپنی زندگی کے آخری 25 سال میں گزارنا پڑے۔

اور انگریز کی دکن مہم اور مرہٹہ

جنوبی ہندوستان میں مرہٹوں نے اپنی سیاسی قوت کو اکھا کرنے کی کوشش کی۔ مرہٹوں کی تحریک سیواجی نے کی، جو 1627ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے مرہٹوں کی ایک جماعت تیار کی، جس نے اس علاقے میں اسن وaman کا مسئلہ پیدا کر کے حکومت کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ 1649ء میں اس نے اپنی قوت حاصل کر لی کہ اس نے بیجا پور کی شاہی فوج کو بیکھست دے کر ایک قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس قلعے سے اسے بہت سی رقم ملی، جس سے اس نے اپنی فوجی قوت میں مزید

اضافہ کر لیا۔ اب سیواجی نے مزید قلعوں کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ اس پر بیجا پور کے حکمران نے ایک بھرپور جوابی کارروائی کر کے سیواجی کے والد کو گرفتار کر لیا۔ سیواجی نے دو قلعوں کے بدالے باپ کو رہائی دلوائی اور آئندہ ہذاں زندگی گزارنے کا وعدہ کیا۔

1656ء میں سیواجی نے ایک ہندو ریاست پر قبضہ کر لیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب شاہ جہاں کی علات کی خبریں آنا شروع ہو گئیں اور اس کے بیٹوں کے درمیان تخت کے حصوں کے لیے تھک و دو بھی شروع ہو گئی تھی۔ سیواجی کے لیے یہ مناسب موقع تھا اس نے اپنی کارروائیاں تیز کر دیں اور مغلوں کے زیر کنٹرول علاقوں پر بھی حملہ شروع کر دیے۔ انھی دنوں اور گزریب اقتدار حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنی فوج روانش کی، جس نے سیواجی پر بار بار حملہ کر کے اس سے بہت سے قلعے چھین لیے۔ اس کے بعد پہ در پے ٹھکستیں کھا کر سیواجی صلح پر مجبور ہو گیا۔ سیواجی اور اس کے بیٹوں کو شاہی دربار میں لا یا گیا۔

اور گزریب نے سیواجی کی صلح کی خواہش کی پذیرائی کرتے ہوئے اسے اعلیٰ منصب عطا کئے۔ یہیں دربار میں قیام کے دوران سیواجی بھاگ کر دکن پہنچا۔ تین سال تک اس نے خاموشی سے اپنی قوت مجتمع کی اور پھر اس نے رائے گڑھ میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ بادشاہ کے اعلان کے بعد اس نے کرناٹک کے ایک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سیواجی نے 6 سال تک یہاں حکومت کی۔ 1680ء میں سیواجی کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر 53 برس تھی۔

سیواجی نے مرہٹوں کو ایک غیر منظم قوم سے ایک اہم سیاسی قوت بنادیا، جو بعد ازاں ہندوستانی سیاست میں اہم کردار کے قابل ہوئے۔

سیواجی کے بعد اس کا بیٹا سنجاحی حکمران ہنا۔ اس نے دکن کی ریاستوں بیجا پور اور گولکنڈہ سے امداد اے کر مغلوں کے اس علاقے میں مفادات اور سیاسی اثر کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ 1682ء میں اور گزریب خود دکن آیا۔ اور گزریب کو مکمل احساس تھا کہ مرہٹوں کا خاتر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کی حامی ریاستوں بیجا پور اور گولکنڈہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان ریاستوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے پوری قوت سے مرہٹوں کا مقابلہ کیا۔ 1689ء میں اور گزریب کے ایک جریں مغرب خاں نے سنجاحی کو گرفتار کر لیا اور بعد ازاں اسے قتل کر دیا گیا۔

سنگھائی کے قتل کے بعد اس کا سوتیلا بھائی راجارام جانشین ہوا۔ اور انگریزیب کے حکم پر مرہٹوں کے مرکز مارے گڑھ پر حملہ کیا گیا۔ راجارام بھیس بدلت کر یہاں سے فرار ہو گیا اور گوریلا جنگ شروع کر دی۔ اور انگریزیب کی فوج نے یہاں کا محاصرہ کر لیا۔ انھی رنوں راجارام فوت ہو گیا۔ راجارام کے بعد اس کی بیوہ تارابائی نے اقتدار سنگھال لیا۔ اس نے پانچ سال تک مغلوں کا مقابلہ کیا، آخر کار اس نے اور انگریزیب سے صلح کی کوشش کی۔ اور انگریزیب نے اس کو مسترد کر دیا۔ 1705ء میں اور انگریزیب نے راجارام کی بیوہ کو خلخت دے کر یہ علاقہ فتح کر لیا۔

اور انگریزیب کی مذہبی پالیسی

اور انگریزیب نے اقتدار میں آنے کے بعد کافی عرصہ تک اپنی رعایا میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ کسی قوم کی تمیز روانہ کی۔ تاہم آہستہ آہستہ اس نے ایک راخِ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے درج ذیل چند اہم اقدامات کیے:

1. اور انگریزیب نے شاہی دربار میں موسيقی کی منافعت کر دی۔
2. غیر مسلموں پر ایک نیکی بزرگ نافذ کر دیا گیا۔ جزیے کا نخاذ اس سے پہلے قرباً ایک صدی تک کا بعدم رہا تھا۔
3. تمام بد عنوان لوگوں کو ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔
4. بھنگ یا شراب و غیرہ کی منافعت کر دی گئی۔
5. آکبر کے دور سے ہر بادشاہ ہر روز جھروکہ درشن دیا کرتا تھا۔ اس رسم کو ختم کر دیا گیا۔
6. عورتوں کے مزاروں پر جانے پر پابندی لگا دی گئی۔
7. اور انگریزیب نے ایک مختص اعلیٰ مقرر کیا جو اسلام اور دوسرے مذاہب کے بارے میں لوگوں کے روایوں اور نظریات پر کمزی نظر رکھتا تھا۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں اور انگریزیب کا مقام

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں اور انگریزیب کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ وہ بچپن سے ہی براہز ہیں، دین دار اور پرمیز گار تھا۔ وہ مخفی اور فرض شناس حکمران تھا۔ وہ حافظ قرآن تھا اور اسلامی علوم پر اُس کی بڑی گھری نظر تھی۔ اس نے اپنی ٹھرانی میں اس وقت کے جید علمائے کرام سے فضلی ایک حجیم کتاب تیار کروائی جسے اس نے اپنی حکومت کا دستور اعمال بنایا۔

اور نگزیرب نے اپنے انتظام سلطنت کی طرف بھر پور توجہ دی۔ وہ بادشاہت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتا تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ اگر بادشاہ اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کرے گا۔ وہ عدل و انصاف کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں مظلوموں اور فربادیوں کو چلا روک نوک آنے کی اجازت تھی۔ اور نگزیرب بادشاہ ہونے کے باوجود بڑی سادہ زندگی گزارتا تھا۔ اس نے اپنی ذات کے لیے سرکاری خزانے پر بھی بوجھنہ ڈالا۔ وہ قرآن پاک کی کتابت کر کے اور نوپاں سی کراپی روزی کیا تھا۔ اور نگزیرب حضرت مجدد الف ثانیؒ کا بڑا معتقد تھا اور انہی کی تعلیمات کے ذریعہ اُس نے ملک میں اصلاحات نافذ کیں۔

اور نگزیرب کو فن تعمیر سے بھی لگاؤ تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں دہلی کے لال قلعے میں سنگ مرمر کی ایک خوب صورت مسجد تعمیر کروائی جو موتی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ لاہور کی بادشاہی مسجد بھی اور نگزیرب نے تعمیر کروائی۔ اسلامی تعلیمات کی پابندی کروانے کے لیے اس نے بڑے بڑے شہروں میں محنتب مقرر کیے۔ اور نگزیرب ایک بیدائشی سپاہی تھا۔ اس کی عمر کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں گزرنا۔ اس نے اُز بکوں، جانوں، سکھوں، راجپتوؤں اور مژہبوں کا مقابلہ کیا اور ان کی بغاوتوں کو ختنی سے کھل دیا۔ ہم کہ سکتے ہیں مذہبی لگاؤ، سادہ طبیعت، بہادری، جفاشی، قوت، فیصلہ اور انصاف پسندی میں مغلیہ بادشاہوں میں سے اور نگزیرب بادشاہ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اور نگزیرب عالمگیر پچاس سال حکومت کرنے کے بعد 90 سال کی عمر میں 1707ء میں وفات پا گیا۔

مشقی سوالات

(حصاول)

1۔ ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کاٹھان لگائیں:

- 1682ء سے 1707ء تک اور نگزیرب کی ولیپنی کا مرکز رہا:

- (ا) کابل
- (ب) دکن
- (ج) بنگال
- (د) آگرہ



- ii- 1556ء میں نصیر الدین ہمایوں کے انقال کے بعد سکی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی؟
- (الف) شیرشاہ نوری
 - (ب) جہانگیر
 - (ج) ظہیر الدین بابر
- iii- پانی پت کی دوسری جنگ کس سال لڑی گئی؟
- (الف) 1556ء
 - (ب) 1526ء
 - (ج) 1456ء
 - (د) 1446ء
- iv- شمس الدین سلیمان نور الدین محمد جہانگیر کے لقب سے کس سال تخت نشین ہوا؟
- (الف) 1655ء
 - (ب) 1625ء
 - (ج) 1605ء
 - (د) 1555ء
- v- جہانگیر کا بیٹا شاہ جہاں کس سن میں بادشاہ ہوا؟
- (الف) 1628ء
 - (ب) 1638ء
 - (ج) 1648ء
 - (د) 1658ء

درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

2

- i- پُر صیغہ پاک و ہند میں پانی پت کی دوسری جنگ کن کے درمیان لڑی گئی؟
- ii- منصب داری نظام سے کیا مراد ہے؟
- iii- اکبر نے بنگال کب فتح کیا؟
- iv- جہانگیر کے عہد میں اسٹاد منصور کس فن کا استاد تھا؟
- v- شاہ جہاں دور کی ثقافت اور فن تعمیر کے حوالے سے دس اہم عمارت کے نام تحریر کریں۔

متن کے مطابق خالی جگہ پر کریں:

3

- i. جہاںکیر میں فتح پور سکری میں پیدا ہوا۔
- ii. اور انگریز یہ نے شاہی دربار میں مویشی کی کر دی۔
- iii. ملکہ نور جہاں کے آباؤ اجداد سے تعلق رکھتے تھے۔
- iv. امیر (جے پور) کا علاقہ میں مغل بادشاہ اکبر کے زیرِ سلطنت آیا۔
- v. شاہ جہاں کا انتقال میں ہوا۔

نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں:

4

- i. اور انگریز بادشاہ ہونے کے باوجود بڑی سادہ زندگی گزارتا تھا۔
- ii. شاہ جہاں نے اپنی زندگی میں ہی شجاع کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔
- iii. 1655ء میں ملکہ نور جہاں کا انتقال ہوا۔
- iv. شاہ جہاں کا دور حکومت مغلیہ دور کا سُنہری زمانہ کہلاتا ہے۔
- v. پانی پت کی دوسری جنگ 1556ء میں لڑی گئی۔

کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں۔

5

کالم ج	کالم ب	کالم الف
	1618ء میں پیدا ہوا۔	جلال الدین محمد اکبر کی پیدائش
	قلعہ کا تین اطراف سے محاصرہ کر لیا۔	جہاںکیر
	1542ء میں ہوئی۔	پرانگیزی قوم، یورپ کے جنوب مغربی ملک
	1569ء میں فتح پور سکری میں پیدا ہوا۔	1632ء میں مغل فوج نے ہنگلی کے پر ٹکال کے باشندے ہیں۔
		اور انگریز

(حصہ دوم)

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

- 1 مغلیہ سلطنت کے پھیلاو اور اتحاد میں جلال الدین محمد اکبر کا کردار بیان کریں۔
- 2 اکبر کے انتظامی اقدامات اور اصلاحات کا جائزہ لیں۔
- 3 اکبر کی جائشی کا حال بیان کریں۔
- 4 جہانگیر اور نور جہاں کے دور کی شفافت کا تجزیہ کریں۔
- 5 وضاحت کریں کہ شاہ جہاں کا دور حکومت، مغلیہ دور کا شہری زمانہ کہلاتا ہے۔
- 6 شاہ جہاں دور کی شفافت اور فتنہ تعمیر پر روشنی ڈالیں۔
- 7 شاہ جہاں کی جائشی کے لیے اس کے بیٹوں کے دور میان ہونے والے معزکوں کی تفصیل بیان کریں۔
- 8 مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے اور رنگزیب کی دکن مہماں کا حال لکھیں۔
- 9 ہندوستان کی تاریخ میں اور رنگزیب کے مقام کا تجزیہ کریں۔

سرگرمیاں

- 1 مغل بادشاہوں کی تصاویر ایک چارٹ پر چاپ کر کے کمرہ جماعت میں آویزاں کریں۔
- 2 مغل بادشاہوں کی جائشی کے مسائل پر اپنی جماعت میں ایک مباحثہ کا اہتمام کریں۔

مغلیہ سلطنت کے معاشرتی اور ثقافتی حالات

(Mughal Empire: Socio-Cultural Conditions)

مذکوری مقاصد

اس باب کے مطالبے کے بعد ٹلب اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1. معاشرتی اور مذہبی رواواری کے حوالے سے مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی بیان کر سکیں۔
2. بھٹی خریک، وسین الی اور حضرت مجدد الفہنی کے مسلک کے اہم خدا خال کی نشان دی کر سکیں۔
3. سکھ مذہب کے اہم خدا خال بیان کر سکیں۔
4. مغلیہ دور حکومت میں معاشرتی اور ثقافتی حالات اور معاشرے میں تبدیلی کا تجزیہ کر سکیں۔
5. مغلیہ دور میں سانتس، آرٹس اور فن تحریر کی ترقی بیان کر سکیں۔
6. مغلیہ دور کے تعلیمی نظام پر روشنی وال سکیں۔
7. مغلیہ سلطنت کے مرکزی اور صوبائی انتظامی ذخایر سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
8. مغلیہ دور میں تاریخ فوکسی پر بحث کر سکیں۔

مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی

مغلیہ دور حکومت میں مذہبی رواواری اور برداشت کا بہت خیال رکھا گیا۔ مغل بادشاہوں کے خوبصورت، برداشت اور صلح ہو پالیسی سے مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی بہت متاثر ہوئے۔ مغل بادشاہوں نے عموم میں مذہبی تھبب اور مختلف کو ختم کیا۔ مغل بادشاہ اکبر نے غیر مسلموں کو بڑے بڑے عہدے اور مناصب دیے۔ مغلیہ دور میں فارسی کے ساتھ ہندی زبان کو بھی اہمیت دی گئی۔ مسلمانوں کے ملا دہ غیر مسلموں کی جان، مال اور عزت کا کامل تحفظ کیا

میا۔ مغلیہ فوج میں غیر مسلم فوی بھی شامل کیے جاتے تھے۔ ہم اس سکتے ہیں کہ مغل بادشاہوں کی نہیں پالیسی کی وجہ سے رعایا مغلیہ سلطنت کی وقار دار بن گئی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے صافیر میں اولین اسلامی تحریک کے بانی حضرت مجدد الف ثانی 1564ء کو مشہور تاریخی شہر سرہند میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام شیخ احمد سرہندي تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والدے حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے زمانے کے جید علمائے کرام اور اساتذہ سے علوم اسلامیہ اور علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراگت کے بعد حضرت مجدد نے اپنے آبائی شہر سرہند میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو اپنے فوضی و برکات سے بہرہ دو رکیا۔

سرہند میں چند سال قیام کے بعد آپ حج بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے لٹک۔ دہلی میں ان کا قیام ان کے ہم کتب شیخ حسن کے ہاں ہوا۔ وہ خواجہ باقی باہمہ کے بڑے معتقد تھے۔ انہوں نے خواجہ صاحب کی تعریف کچھ ایسے انداز سے کی کہ حضرت مجدد ان سے طاقت کے لیے تشریف لے گئے۔ خواجہ صاحب نے انھیں چند روز اپنے ہاں قیام کی دعوت دی۔ حضرت مجدد الف ثانی کو خواجہ باقی باہمہ کے طور و آخروار اور ذکر و شغل دیکھ کر ان کے ساتھ مقیدت پیدا ہو گئی۔ موصوف کی درخواست پر حضرت خواجہ باقی باہمہ نے انھیں مرید کر لیا۔ دو تین ہفتے اپنے پاس رکھنے کے بعد خواجہ صاحب نے آپ کو سرہند واپس جانے کا حکم دیا۔

سرہند واپس آنے کے بعد آپ نے اپنے اصلاحی اور تجدیدی کام کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے آپ نے شہنشاہ اکبر کے بااثر درباریوں اور صحیح الحقیدہ امراء سے تعلقات بڑھائے اور تنازع شریعت کی طرف ان کی توجہ دلائی۔ دوسری جانب آپ نے اسلامی ذہن رکھنے والے مریدوں کی ایک جماعت تیار کی جو آپ کے مشن کو پایہ تھیں تک پہنچانے کے لیے ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی۔

حضرت مجدد نے اپنے مریدوں سے رابطہ رکھنے کے لیے خطوط نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کسی امیر یا نریہ کے نام خط تحریر فرماتے تو آپ کے مرید اس کی سیکھوں نکلیں تیار کر کے پورے ملک میں پھیلا دیتے۔ یہ خطوط ایک طرح سے ان کی خانقاہ کے ترجمان تھے اور ان کے ذریعے سے آپ کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع مل جاتا تھا۔



حضرت مجید الف ثانیؒ کا اٹا کبر کے آخری ذریں ہی ظاہر ہونے لگا تھا۔ اکبر کے بے دین مصاحب ایک ایک کر کے وفات پائے گئے اور ان کی جگہ وہ امراء آگے بڑھے جو حضرت مجیدؒ کی تعلیمات سے واقف تھے۔ انہی امراء کی کوششوں سے شہزادہ سلیمان تخت نشین ہوا، ورنہ خسرو کی جائشی کے تمام انتقامات مکمل ہو چکے تھے۔ جہاں گیر کے عہد میں جو اسلامی تعلیمات کی ترویج ہوئی وہ حضرت مجیدؒ کی اصلاحی اور تجدیدی تحریک کا اثر تھا۔

جہاں گیر اپنے ابتدائی دور میں راجح العقیدہ امراء کے زیر اثر تھا۔ نواب مرتضیٰ خاں فرید بخاری کی وفات کے بعد ان کا زور کم ہو گیا اور ان کی جگہ ایرانی امراء برسر اقتدار آگئے۔ وہ حضرت مجیدؒ کی تحریک کے سخت مخالف تھے۔ لہذا انہوں نے حضرت مجیدؒ کے خلاف جہاں گیر کو بھڑکایا۔ جہاں گیر نے حضرت مجیدؒ کو قید کر دادیا۔ انہوں نے کچھ عرصہ گوالیار کے قلعے میں نظر بندی کی حالت میں گزارا۔ وہاں بھی ان کی توجہ سے بہت سے اخلاقی مجرموں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور کئی غیر مسلم قیدی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت مجیدؒ کی نظر بندی کے دوران میں جہاں گیر کو ان کی یہ نیت کا علم ہوا تو اُس نے آپ کو باعزت رہا کر کے اپنا مشیر بنایا۔ جہاں گیر کے ساتھ تین سال گزارنے کے بعد 1624ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزندوں نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔

حضرت مجید الف ثانیؒ کے کارنامے

حضرت مجید الف ثانیؒ نے درج ذیل اہم کارنامے انجام دیے:

1- تصوف کی اصلاح

حضرت مجیدؒ کے اصلاحی کارناموں میں تصوف کی اصلاح اہم کارنامہ ہے۔ برصغیر میں اس وقت تصوف کے جتنے سلسلے مردوں تھے، ان پر مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ میں جوں کی وجہ سے ہندی قلنے کا رنگ غالب آ رہا تھا۔ حضرت مجیدؒ نے تصوف میں ان غیر اسلامی عناصر کی نشان وہی کی اور برصغیر میں نقشبندی سلسلہ تصوف کو فروع دیا، جس میں مُونی کی روحانی ترقی کا دار و مدار شریعت کی پابندی پر ہے۔ آپ نے فلسفہ حدث الوجود کی لمحیٰ کر کے فلسفہ وحدت الشہود کو فروع دیا۔

-2

بھگتی تحریک کے خلاف مجاز

رامانچ، رامانند اور بھگت کبیر جی سے ہندوؤں نے مسلمانوں کا عقیدہ تو حیدا پنا کر ایک تحریک چلائی تھی، جس میں پنڈتوں اور مولویوں کے ظاہری نقش پر جی بھر کر تنقید کی۔ انہوں نے اسلام اور ہندو دھرم کو ملا کر ایک درمیانی راستہ کالا اور لوگوں سے کہا کہ رام اور رحیم دراصل ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ مذہبی رہنماؤں نے عوام کو لڑانے کی غرض سے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے۔ اکبر کے دینِ الہی میں بھی اس تحریک کا رنگ غالب تھا۔ حضرت مجذدؓ کے زمانے میں یہ تحریک بڑے زورو شور کے ساتھ چل رہی تھی۔ آپ نے ہر دے رام نامی ایک ہندو کے نام اپنے خط میں اس تحریک پر کمزی تلقید کی اور ان کے نظریات کو رد کیا۔

-3

اکبر کے دینِ الہی کے خلاف مجاز

حضرت مجذد الف ثانیؓ نے اکبر کی بے دینی اور الحاد کا ذلت کر مقابلہ کیا۔ انہوں نے درباری امراء کے ساتھ خط و تابت کے ذریعے سے شریعت اسلام پر کار بندر ہنے کی تلقین فرمائی۔ اگر آپ کو کہیں سے یہ اطلاع ملتی کر سی مسلمان نے اسلام کے دفاع میں کوئی خدمت انجام دی ہے تو آپ اُسے مبارک باد کا خط لکھتے۔ نواب قیچی خاں نے لاہور میں مسجد تعمیر کرائی، جس میں وہ خود درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے تو حضرت مجذدؓ کو اس پر بے حد خوشی ہوئی۔ حضرت مجذدؓ کے ترغیب دلانے پر امراء میں دین کی خدمت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا چند پیدا ہوا۔ جس زمانے میں اکبر اور اس کے حواری مخفی تاثر پھیلایا رہے تھے کہ اسلام ایک پرانا دین ہو چکا ہے اور اب ایک نئے دین کی ضرورت ہے تو حضرت مجذدؓ اور ان کے رفقے نے بڑی تھی کے ساتھ شریعت پر عمل کر کے دکھایا کہ اسلام آج بھی اتنا ہی ترویزہ دین ہے، جتنا شروع میں تھا۔

ہندوؤں کے خلاف مجاز آرائی

اکبر کی ہندو نواز پالیسی سے ہندوؤں کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے تھے کہ انہوں نے مسجدیں اور مقبرے بسوار کر کے ان کی جگہ مندر تعمیر کرنے شروع کر دیے تھے۔ جن علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی، وہاں انہوں نے مسلمانوں کو بہت تلک کر رکھا تھا۔ مسلمان اسلام کے شعار بجالانے سے قاصر تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ہندو نصیں قتل کرنے سے بھی درجہ نہ کرتے تھے۔ ان حالات میں حضرت مجذدؓ نے ہندوؤں کے خلاف مجاز قائم

کیا۔ اکبر اور بعد ازاں جہانگیر کے درباری امرا کو ان کی زیادتیوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت مجذد الدافعی ”
کی اس سی و کاوش کا یہ نتیجہ تلاک کہ جہانگیر کے عہد حکومت میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ اس کے بعد شاہ جہاں اور
اور انگریز یہ عالمگیر چیزے باعمل مسلمان حکمران ہوئے، جن کی کوششوں سے شریعت کو فروغ ملا۔

سکھ مذہب

سکھ مذہب کے بانی بابا گردناٹک 1469ء میں پنجاب کے ضلع نکانہ صاحب میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام
مہرہ کا لوتھا جو ہندو تھے۔ بابا گردناٹک ہندو ازم کی تعلیمات سے متاثر نہ تھے۔ سکھوں نے ایک نئے مذہب سکھ مذہب کی
بنیاد رکھی۔ بابا گردناٹک کی تعلیمات سکھوں کی مقدس کتاب ”گرو گرنجھ صاحب“ میں ملتی ہیں۔ بابا گردناٹک مسلمان

صوفیائے کرام سے بہت متاثر تھے۔ آپ نے اپنے پیر و کاروں
کو نسلی امتیاز ترک کرنے، توحید اور مساوات کی پیرودی
کرنے کا درس دیا۔



سکھ مذہب کے بانی بابا گردناٹک

الٹھارویں صدی کے وسط میں جب مرکز میں مغلوں
کی حکومت کمزور ہوئی تو صوبہ پنجاب اور سرحد (نیبر پختونخوا)
میں سکھوں نے زور پکڑا اور وہ پورے پنجاب پر قابض
ہو گئے۔ سکھوں نے پنجاب پر 1801ء سے 1849ء تک
حکومت کی۔ سکھ دور حکومت میں مشہور حکمران بھارا جو رنجیت سنگھ
کا نام آتا ہے، جس کا انتقال 1839ء میں ہوا۔ اس کے بعد

آہستہ آہستہ سکھ حکومت زوال پذیر ہوتی گئی، آخر کار 1849ء
میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب پر اپنی حکومت قائم کر لی۔

مغلیہ دور حکومت میں معاشرتی اور شفاقتی حالات اور معاشرے میں تبدیلی

مختلف علاقوں کے لوگ اپنی زندگی ایک خاص طرز یا کچھ پر بست کرتے ہیں اور اس مخصوص طرز حیات پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہ طرز زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اسی طرح رسم و رواج میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ لوگ شہروں اور گاؤں میں نئے رسم و رواج اپناتے رہتے ہیں اور پرانے ترک کر دیتے ہیں۔ رسم و رواج کسی بھی تہذیب اور شفاقت کا اہم حصہ ہوتے ہیں اور انسان کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہر ملک کے اپنے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں جو ان کی تہذیب و شفاقت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مخصوص طرز زندگی کی وجہ سے لوگوں کی پہچان بنت جاتے ہیں۔

مغل بادشاہوں نے شہری اصول اپنائے جو اسلام نے انہیں دیے تھے کہ معاشرہ میں عدل و انصاف اور مساوات ہو۔ ہر شخص قانون کے سامنے جواب دہو اور قانون کی پابندی کرے۔ ان تمام اصولوں کی وجہ سے غیر مسلم لوگ بہت خوش ہوئے۔

مغل بادشاہوں نے علم کو پھیلانے کے لیے دینی مدارس قائم کیے اور مختلف جگہ پر مساجد تعمیر کرائیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اسلامی تہذیب کے مطابق اپنی زندگیاں ذہال کیں۔ مشہور اور جید علمائے کرام کا ان مدارس میں تقرر کیا جاتا تھا اور حکومت کی طرف سے ان کو تشویہ ملی تھی۔ ان مدرسون میں اسلامی لاہور بریان بھی ہوتی تھیں۔ مغلیہ سلطنت میں ہر ذہب کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ لیکن کے تین میں انصاف کو مدد نظر رکھا جاتا تھا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جاتی تھی، چاہے اس کا کوئی بھی مذہب کیوں نہ ہو۔

مسلمانوں کا معاشرہ اصول مساوات (یعنی سب لوگ برابر ہیں) اور بھائی چارے پر مشتمل تھا۔ یہ اصول ہندو معاشرے کے لیے نہ تھے، کیونکہ ہندو معاشرہ ذات پات کا قائل تھا اور شودہ سب سے ادنیٰ ذات تھی۔ اسلام کے عادلاتہ اور منصانہ نظام نے ہندو معاشرہ کو بہت متاثر کیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ہندوؤں کو مذہبی آزادی بھی حاصل تھی۔ وہ اپنی عبادت گاہوں میں جاتے اور آزادانہ عبادت کر سکتے تھے۔ مسلم معاشرے میں ہر شخص کے لیے ترقی کے برابر موقع موجود تھے۔ ایک غلام بھی اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کی بنا پر اچھے اور اعلیٰ عہدے پر فائز ہو سکتا تھا۔

مغلیہ دور حکومت میں شاہی اتفاقیات میں غیر مسلم بھی شامل ہوتے تھے۔ کسانوں کو معاشرے میں بڑی عزت اور اہمیت حاصل تھی۔ حکومت حالات کے مطابق مالیہ بھی معاف کر دیتی تھی۔ حکومت وقت کسانوں کو قرض بھی دیتی

تمی، جس کی وجہ سے زراعت میں بہت خوش حالی آئی۔ مسلمانوں نے پڑھنے صرف پاک و ہند میں کپڑے کی صنعت کو بہت ترقی دی۔ بیگانہ ریشمی اور سوتی کپڑے کی صنعت کے لیے بہت مشہور تھا۔ تاجر و کوچھی معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ مغل بادشاہوں نے لوگوں کے آرام کے لیے سرائیں اور مسافر خانے بھی بنائے گئے تاکہ سفر کے دوران مسافر آرام کر سکیں۔

مُغَلِّيہِ ذَوْرِ میں صَانُشُ، آرُشُ اور فِنِ تَعْبِرِ کی ترقی

مغل بادشاہوں کے دور حکومت میں طنوم و فنون کی بہت سر پرستی کی گئی۔ علمائے کرام کی بہت عکریم کی جاتی تھی اور ان کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھنا حکومت وقت کی ذمہ داری تھی۔ علم فلکیات کا جائزہ لینے کے لیے ہمایوں نے رصدگاہیں قائم کیں۔ اکثر بادشاہ خود بھی علم کا ذوق رکھتے تھے۔ مغل بخراں علم و ادب کے شیدائی ہونے کے ساتھ ساتھ اہل علم و فضل کے صحیح معنوں میں قدر دوان تھے۔ بابر کے آبائی علاقے سرقدن، بخارا، ہرات اور پنج کے مدارس اور علمائی قابلیت کی دھرم پھیجی ہوئی تھی۔ بابر نے اسی ماحول میں آنکھ کھوی۔ اس کا شمارت کی زبان کے عظیم اہل قلم میں ہوتا ہے۔ ”شوک بابری“ ایک شاہکار تصنیف ہے، جس کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

بابر کو جہاں کہیں سے بھی اچھی سنتیں ہتھیں، وہ اپنے بیٹوں کو بھجوادیتا تھا۔ اس طرح اس نے اپنے بیٹوں میں صحیح علمی ذوق پیدا کیا۔ پانی پت کی جگہ میں جو مال نیخت اُس کے ہاتھ گا، اسے تقسیم کرتے وقت اس نے سرقدار کابل کے علمائوں کو فراموش نہیں کیا۔ یہ اس کی علم و دوستی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

ہمایوں کی علم و دوستی مشہور ہے۔ اس کے پاس بہت اچھا کتب خانہ تھا اور اس کا لاہور بریس، ہر وقت کتب خانہ میں موجود ہوتا تھا کہ پہاڑیں بادشاہ کس وقت کوں ہی کتاب طلب کرے۔ علم جیست میں وہ بہت ماہر تھا اور اس فن پر باقاعدہ درس دیا کرتا تھا۔ ہمایوں کی اپنی بہن گل بدن بیگم بہت عالم و فاضل تھی۔ اس کی کتاب ”ہمایوں نامہ“ بہت شہرت کی حامل ہے۔

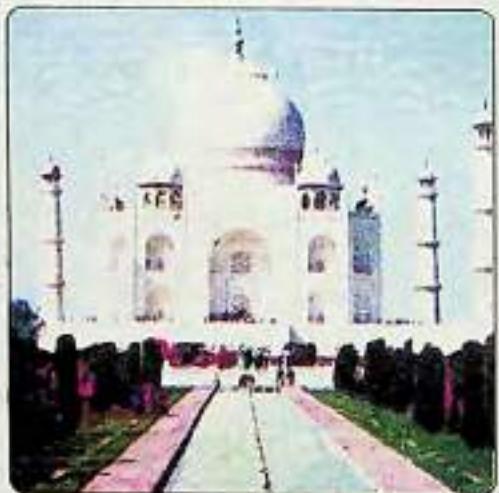
مغلیہ دور میں مدرسوں اور تعلیمی اداروں کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی۔ جلال الدین اکبر اگرچہ ان پڑھ تھا مگر اس نے اپنے زمانے میں علم و ادب کی بہت سر پرستی کی۔ اس کے دربار میں غیر ممالک سے علماء اور شعراء آتے۔ مغلیہ دور حکومت میں سسکرت، عربی، ترکی، یونانی وغیرہ میں لکھی ہوئی فلسفہ، ریاضی اور طب کی ستائیوں کے فارسی زبان میں ترجمے ہوئے۔ اس ذور میں فلسفہ، ترآن و حدیث، فقہ، تاریخ اور جغرافیہ کے علاوہ سائنسی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔

پا بار خود بہت بڑا خطا اور خوش نویس تھا۔ فیضی، نظری اور عرفی مغل دور کے مشہور شاعر تھے۔ ہایوں شاعری بریاضی اور جغرافیہ کے مضامین سے بہت محبت کرتا تھا۔ فیضی نادی کے علاوہ عربی زبان میں بھی خوب درست رکھتا تھا۔ وہ قرآن مجید کی ایک تفسیر کا بھی مفسر تھا۔ ابوالفضل اور عبد القادر بدایونی اکبری دور کے مشہور مصنف اور موزخ تھے۔ بادشاہوں نے ہندی زبان کی طرف توجہ دی۔ اردو زبان کی ترقی کے لیے بہت زیادہ حوصلہ فراہم کی گئی۔ ہندوؤں کا مشہور شاعر تنسی داس تھا۔ اردو مسلمانوں کے دور میں وجود میں آئی اور ترقی کرتے کرتے بڑے صنیع کی مشترک زبان بن گئی۔

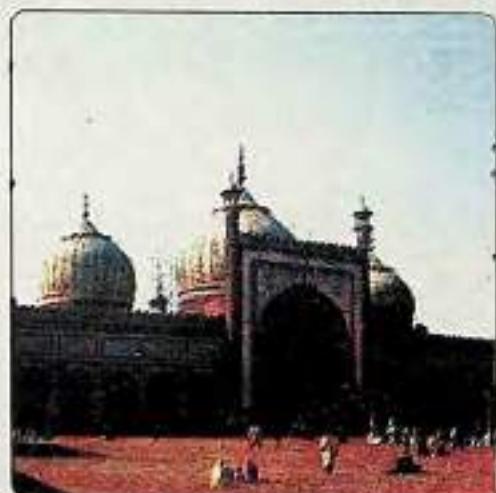
فنِ مصوری، خطاطی اور فنِ تعمیر

مغلیہ دور میں فنِ مصوری، خطاطی اور فنِ تعمیر میں بہت ترقی ہوئی۔ ہایوں خطاطی اور مصوری سے گہرائکا و رکھتا تھا۔ خواجہ عبدالصمد شیرازی اس کے دور کا بہت بڑا مصور تھا۔ ہندوؤں میں کیم کرن اور تارام مشہور تھے۔ جہانگیر نے ایک تصویر خان بھی تعمیر کروایا۔ شاہ جہاں اور اس کا بڑا ایٹا دار اٹکوہ بھی مصوری کے بڑے شو قیمن تھے اور اس کام میں ہمارت رکھتے تھے۔ فنِ تعمیر کو بھی مغل بادشاہوں نے فروغ دیا۔ آج بھی مغل بادشاہوں کی بنائی ہوئی عمارتیں ان کے فنِ تعمیر کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔ مغل بادشاہوں نے کھلی اور ہوا دار عمارتیں بنوائیں۔ عمارتوں کے اندر اعلیٰ درجے کے نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔

مغل بادشاہوں کی بنائی گئی بہت سی عمارتیں مثلاً: تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی، شالامار باغ لاہور، شاہی قلعہ لاہور، بادشاہی مسجد لاہور اور مسجد وزیر خاں لاہور وغیرہ آرٹ کا بہترین نمونہ چیز کرتی ہیں۔ یہ تمام



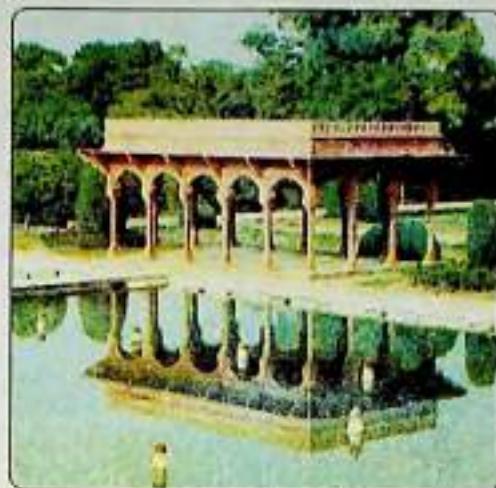
تاج محل آگرہ (ہمارت)



جامع مسجد دہلی (ہمارت)



شالام بار بہانہ اور کافیت مظہر



شالام بار بہانہ اور کافیت مظہر

umarat khubصورتی اور انجینئرنگ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں۔ سیاح ڈور ڈور سے ان کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔

مغلیہ دور کا تعلیمی نظام

تعلیم کی اشاعت کو ہر محل بادشاہ اپنا نہ ہی فریضہ سمجھتا تھا۔ اکثر بادشاہوں نے اہم جگہوں پر مدرسے کھلوائے۔ جہاں پر تعلیم منت وی جاتی تھی اور وہاں پر ممتاز علمائے کرام علم کی روشنی پھیلاتے۔ بادشاہ وقت ان کو وظائف بھی دیتے تھے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو بھی وظائف ملتے تھے۔

مغلیہ دور میں آگرہ، دہلی، لاہور، ال آباد اور ابوال وغیرہ اسلام کی اشاعت اور تدریس کے مرکز تھے۔ اکبر کی پھوپھی گل بدن بیگم نے بھی دہلی میں عورتوں کی تعلیم کے لیے ایک بہت بڑا تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اکبر کے عہد میں ملا عبدالنبی اور مولانا عبداللہ سلطان پوری کی کوششوں سے مدارس کھلے اور علماء کے لیے معاش کا اہتمام کیا گیا۔ ابو الفضل خود بھی ایک تاریخ نویس، شاعر اور فقہا دھکا۔

اسی زمانے میں اکبر نے ایک قاعدہ مرتب کیا، جس میں بچوں کے لیے حروف شناسی کا ایسا طریقہ اختیار کیا گیا تھا جو موجودہ زمانے کی ابتدائی تعلیم کے قریب تر ہے۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ پہلے بچے کئی ماہ بعد حروف سے آشنا ہوا

کرتے تھے۔ اب یہ کام اتنا آسان ہو گیا ہے کہ چند ہفتوں میں ہی بچھڑوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔ لاہور، آگرہ، فتح پور سیکری اور دوسرے مقامات پر مدارس تعمیر کر دائے گئے۔

جہانگیر کو علومِ فطرت پر سند سمجھا جاتا ہے۔ جہانگیر نے اپنے عہد حکومت میں وہ تمام مدارس روپا رہ کھلاؤئے جو بند پڑے تھے۔ شاہ جہاں کا علمی ذوق بھی بڑا بلند تھا اور شاہی کتب خانے کی کتابوں پر اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں موجود ہیں۔ اور گزیر توصیح طرز انش پرداز تھا۔ اس کی تحریریں فارسی زبان و ادب کا بہترین مرتقب ہیں۔

شاہ جہاں نے اپنے زمانے میں کئی مدارس کا خرچ اپنی حیب سے ادا کیا۔ جامع مسجدِ دہلی میں ایک شاندار مدرس قائم کیا، جس کے تمام مصارف وہ خود ادا کرتا تھا۔ اسلام کی اشاعت میں ان مراکز، مدارس، جامعات اور مکاتب کا بہت بڑا کردار تھا اور مسلمان رعایا ان سے بہت فیض یاب ہوئی۔ محمد شاہ جو تاریخ میں محمد شاہ رنجیلا کے نام سے مشہور ہے، نے بھی مدارس پر بہت توجہ دی۔ محمد شاہ نے تعلیم پر دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا مشہور دارالعلوم شاہی خرچ سے چلتا تھا۔ پاک و ہند میں جو تعلیمی نظام رائج تھا، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ تعلیم مفت دی جاتی تھی۔

مغلوں کا نظام حکومت

مرکزی نظام حکومت

مغلیہ سلطنت کے مرکزی نظام حکومت کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

1- بادشاہ

مغلوں کے نظام حکومت میں بادشاہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور وہ اقتدار کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ لاحدہ دو اختیارات کا مالک تھا۔ اس کے منہ سے لٹکے ہوئے الفاظ قانون کا درجہ رکھتے تھے۔ مثلاً حکمران بادشاہت کو عطا تھے اُبھی سمجھتے تھے۔ جو کسے خطبہ میں بادشاہ کا نام پڑھا جاتا تھا اور سلاؤں پر اس کا نام مٹھش کیا جاتا تھا۔ یہ اس کے آزاد اور خود مختار ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

بادشاہ کے فرائض میں رعایا کی حفاظت، ملک میں قیام آمن، وین کی حفاظت، عدل و انصاف، مظلوموں کی دادرسی، ملک کا دفاع اور امور سلطنت کی تحریک و غیرہ شامل تھے۔ مختلف عہدوں کا تقرر اور تنزیل بھی اُس کے ہاتھ میں تھی۔

2- وکیل سلطنت

وکیل سلطنت کو بادشاہ کا نائب سمجھا جاتا تھا۔ اسے امور حکومت کے تمام اختیارات حاصل تھے۔ وہ ملک کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ وہ سچ افواج کا پس سالار اور وزیر اعظم بھی تھا، اس لیے اس کے اختیارات لاحدہ ود تھے۔ ہمایوں کی بے وقت سوت کے وقت اکبر ابھی بچہ ہی تھا، اس لیے بیرم خاں کو وکیل سلطنت بنا کر تمام امور سلطنت اُس کے پڑے کر دیے گئے۔ بیرم خاں کے بعد منجم خاں، مرزا عزیز اور آصف جاہ بھی وکیل سلطنت کے منصب پر فائز رہے۔

3- وزیر

وزیر کے لفظی معنی بوجہ اٹھانے والے کے ہیں۔ وہ چونکہ بادشاہ کی بہت سی فتحہ داریاں اپنے اوپر لے لیتا تھا، اس لیے اسے وزیر کہتے تھے۔ با اختیار وزیر، حکومت کا تمام کام سنبھال لیتا تھا۔ مغلوں کے عہد میں ابوالفضل، آصف جاہ، حلام سعدالله اور اسد خاں جیسے بڑے با اختیار اور قابل وزیر ہو گزرے ہیں۔

4- دیوان

مغلوں کے مرکزی نظام حکومت میں دیوان کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ وزیر اعظم کے بعد اسی کا مقام تھا۔ وہ حکومت کی تمام آمدی اور آخرات کا حساب رکھتا تھا۔ موجودہ اصطلاح میں وہ وزیر خزانہ بلکہ اس سے زیادہ با اختیار تھا۔ وہ بادشاہ کو مالی امور میں مشورے دیتا۔ نظام مالیہ کی اصلاح کرتا اور حکومت کی آمدی کو ٹھینی بناتا تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی رقم خرچ نہیں ہو سکتی تھی۔

5- میر بخشی

اکبر نے وکیل سلطنت کے اختیارات کم کرنے کی غرض سے میر بخشی کا عہد و قائم کیا تھا۔ وہ فوجی ملکے کا سربراہ تھا۔ فوجیوں کو تحویل اس ادا کرنا، فوج بھرتی کرنا، فوجیوں اور گھوزوں کو بادشاہ کے سامنے محاکمے کے لیے پیش کرنا اس کی فتحہ داری تھی، جو فوجی افسروں سے دار الحکومت آتے، انھیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا بھی اس کے

فرائض میں شامل تھا۔ صوبوں سے جو خبر نامے آتے، میر بخشی انھیں بادشاہ کے ملاحظہ کے لیے پیش کرتا تھا۔ اسے بادشاہ کا قریب حاصل تھا۔ جب کبھی بادشاہ دورے پر نکلتا تو میر بخشی اس کے ہم رکاب ہوتا تھا۔ شایدی محل کی حفاظت کے لیے دستوں کی تینی بھی اس کی ذمہ داری تھی۔ وہ تمام فوجی مہابت کا گران ہوا کرتا تھا۔

6- میر سامان

میر سامان کا عہدہ انتظامی نو عیت کا تھا۔ سرکاری کارخانوں کی دیکھ بھال، مالی حساب کتاب رکھنا اور گوداموں کی مگرانی وغیرہ اس کی ذمہ داری تھی۔ تحویل دار کی مگرانی میں خزانہ اور سورز ہوا کرتے تھے۔ میر سامان کے ماتحت داروں نے مختلف شعبوں کے گران تھے۔ وہ کاری گروں سے کام لیتے اور ان کے کام کی مگرانی کیا کرتے تھے۔

7- صدر الصدر

میر سامان کے بعد صدر الصدر کا درجہ تھا۔ ہر صوبے میں ایک صدر ہوتا تھا اور تمام صوبائی صدر مرکزی صدر الصدر کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔ یہ ایک طرح سے مذہبی امور کا وزیر تھا۔ وہ عالم فاضل ہونے کے علاوہ بڑا مشی اور پرہیزگار ہوتا تھا۔ وہ علماء اور مشائخ کا نمائندہ یا نائب تھا۔ وہ بادشاہ اور عوام کے درمیان رابطہ کا کام دیتا تھا۔ دینی مدارس کی مگرانی، عکسا، عشاخ و رطبہ کے وظائف کا تعین اس کے ذمے تھا۔ صدر الصدر اخدا اور بے دینی کا انسداد بھی کرتا تھا۔ وہ مدارس میں ایسے مضمومین کی تدریس بند کر سکتا تھا، جس سے عقائد میں خلل پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔

8- قاضی القضاۃ

عدلیہ کا سربراہ قاضی القضاۃ کہلاتا تھا۔ صوبوں میں اس کے ماتحت قاضی کام کرتے تھے۔ قاضی کے فرائض میں مقدمات کا فیصلہ کرنا، حلقوں نے تیار کرنا، مرنے والے کی وصیت پر عمل کرنا، بیوگان کے ثناویوں میں ولی کے فرائض انجام دینا، شہادتیں قبول کرنا، لاوارث مال اور جاسیداد کی مگرانی کرنا، قیدیوں کا رسیکار رکھنا اور نابالغوں اور ہنپی طور پر مخلوق لوگوں کی جاسیداد کی بھیجا داشت کرنا شامل تھا۔ قاضی عام طور پر شریعت کا عالم اور حقیقی و پرہیزگار ہوتا تھا تاکہ لوگ اس کے کردار پر نکتہ چھینی نہ کرسکیں۔ قاضی کے علاوہ کبھی کبھی بادشاہ بھی مقدمات سن لیتا تھا۔ جہاں گیر نے اس کام کے لیے اپنے محل میں زنجیر عدل لٹکائی ہوئی تھی۔ کوئی مظلوم اسے ہلاکر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا تھا۔

فوج میں قاضی عسکر بھی ہوتے تھے جو فوجیوں کے باہمی تازعات یا چھاؤنی میں موجود کامداروں کے بھڑے نمائتے تھے۔ قاضی اکثر لٹکر کے ہمراہ بھی جاتے تھے۔ قاضی کی مدد کے لیے مخفی ہوا کرتے تھے۔ یہ چیدہ مسائل میں قاضی ان سے قانون کی تشریع کرتا تھا اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا تھا۔

9- محض

اسلامی معاشرے میں محض ایک ذمہ دار عہدہ دار ہوتا ہے۔ قرآن کی رو سے اصحاب فرض ہے۔ اس لیے مسلمان حکمرانوں نے ہر دور میں اپنی مملکتوں میں محض مقرر کیے۔ مظاہر دور میں محض معاوم کو آداب و شائقی کا پابند بنا، ناپ قول کے نظام، اشیا کی قیمتیں مقرر کرنا، جیسے فرانس انعام دیتا تھا۔

10- میر آتش

مغایہ فوج میں میر آتش تو پختا نہ کاگران ہوتا تھا۔ تو پوں کی نقل و حمل اور نئی توپیں ڈھانٹنے کا کام اس کے ذمے ہوتا تھا۔ قلعوں کے حاصروں میں توپوں کی گولہ باری کی وہ خود گرانی کرتا تھا۔ گولہ بارو دکی فراہمی بھی اس کی ذمہ داری تھی۔ مغلوں کے عہد میں ترکوں نے اس فن میں بڑی ترقی کی۔ ہمایوں کا میر آتش روی خاں بھی ترکی کا باشندہ تھا۔

11- دیوان برید

دیوان برید کا کام سرکاری ڈاک کو لا تا اور لے جانا تھا۔ تمام شاہراہوں پر تھوڑے تھوڑے قابلے پر ڈاک چوکیاں قائم کی گئی تھیں۔ جہاں تیز رفتار ہر کارے ہر وقت چاک و چوبند کھڑے رہتے تھے۔ وہ سرکاری ڈاک ایک چوکی سے دوسروی چوکی تک پہنچاتے تھے۔ ڈاک کے ذریعے ہی بادشاہ کو ملک کے طول و عرض سے پل پل کی خبریں منت رہتی تھیں۔ نظام جاسوسی میں بھی ڈاک کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔

12- دارالضرب (نکسال)

ملک کے طول و عرض میں اہم شہروں اور قصبوں میں نکسالیں قائم تھیں، جہاں سونے، چاندی اور تانبے کے لئے ڈھانے جاتے تھے۔ ان نکسالوں کے گگران بڑے ایماندار افسر ہوتے تھے۔ سکون کے ایک طرف کلہ طیبہ اور خلافتے راشدین کے اسماعے گرامی منقوش ہوتے تھے اور دوسروی جانب بادشاہ کا نام تختِ شمنی کا سال اور نکسال کا نام ہوتا تھا۔ جب بادشاہ سفر یہ جاتا تھا تو ایک سفری نکسال اس کے ساتھ جاتی تھی۔

مغلوں کا صوبائی نظام حکومت

مغلوں نے انتظامی سہولت کی غرض سے پوری مملکت کو صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مملکت کی حدود پھیلنے سے صوبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مغلوں کے صوبائی نظام حکومت کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

1- صوبیدار یا گورنر

ہر صوبے میں ایک صوبیدار ہوتا تھا جو یہک وقت بول اور فوجی امور کا انچارج ہوتا تھا۔ صوبیدار عام طور پر کوئی شہزادہ یا بادشاہ کا معمتد ترین درباری ہوتا تھا، جس کا تقرر بادشاہ کرتا تھا۔ صوبیدار کا کام صوبے میں آمن و امان قائم رکھنا، سرکشوں اور پاغیوں کی سرکوبی کرنا، قحط کے زمانے میں متاثرہ افراد کی مدد کرنا، ضرورت کے وقت فوج لے کر بادشاہ کی مدد کے لیے پہنچ جانا، صوبے میں عدل و انصاف کا بول بالا کرنا اور ماتحتوں کی گمراہی کرنا ہوتا تھا۔ وہ بادشاہ کی مرضی سے اپنے عہدے پر قائم رہ سکتا تھا۔

2- دیوان

ہر صوبے میں مرکز کی طرف سے ایک دیوان مقرر کیا جاتا تھا جو مالی امور کی گمراہی کرتا، آمدی و خرچ کا حساب رکھتا اور صوبے کے مالی معاملات سے بادشاہ کو یہ مرکزی دیوان کو مطلع کرتا رہتا تھا۔

3- صدر

صدر الصدور ہر صوبے میں ایک صدر مقرر کرتا تھا جو صوبے کے مذہبی امور کا انچارج ہوتا تھا۔ اس صوبے میں آئندہ اور موؤذنوں کا تقرر، اساتذہ و طلباء کے وظائف، علماء اور مشائخ کی معاشی مدد، دینی مدارس کی گمراہی، بے دینی اور احاد کا قلع قع کرنا اس کے فرائض میں شامل تھا۔ وہ عدیلی کی بھی گمراہی کرتا تھا۔

4- بخشی

بخشی صوبے میں بخشی فوج کا سربراہ ہوتا تھا۔ فوج کی تحریک و کی ادا-بیگی، سپاہیوں کی بھرتی اور صوبے میں فوجی مہمات کی گمراہی اس کے فرائض میں شامل تھی۔

5- کوتوال

ہر شہر میں ایک کوتوال ہوتا تھا جو پولیس کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ شہر میں قیام امن، چوروں اور بدمعاشوں کی گمراہی، بیل خانے کی حفاظت، بدکاری کے اذوں کا خاتمہ، مثیات کی خرید و فروخت پر پابندی عائد کرنا، قاضی کے فیصلوں پر عمل

کرنا وغیرہ اس کے فرائض منصی میں شامل تھے۔

6- وقائع نولیں

وقائع نولیں کا کام صوبوں سے مرکز کو خبریں فراہم کرنا، آسمن و امان کی صورت حال کی اطلاع دینا، سرکاری افراد کی حرکات و مکانات پر نظر رکھنا اور ان کے مظالم اور لا قانونیت سے بادشاہ کو مطلع کرنا تھا۔

7- فوطدار

ہر صوبے میں ایک خزانے کا افسر ہوا کرتا تھا جو فوطدار کہلاتا تھا۔ وہ کاشت کاروں سے مالیہ وصول کر کے اُپس
رسید جاری کرتا اور آمد و خرچ کا حساب رکھتا تھا۔ وہ کوئی رقم دیوان کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کا مجاز نہ تھا۔

8- فوجدار

فوجدار ایک فوجی افسر ہوتا تھا اور اپنے علاقے میں موجود فوجیوں کا کمانڈر ہوا کرتا تھا۔ اس کا کام باغیوں کی سرکوبی اور جرائم کا انسداد وغیرہ ہوتا تھا۔

9- عامل

پر گنے کا افسر اعلیٰ عامل کہلاتا تھا۔ وہ کاشت کاروں سے مالیہ وصول کرتا، پر گنے کے انتظامی امور طے کرتا، قابل کاشت زمینوں کی پیاس کرنا، مقدم اور پیواری کے رجڑوں کا معائنہ کرتا، فصلوں کی حالت کے بارے میں حکومت کر پورت بھیجتا اور آمدی کا تنخیلہ لگاتا تھا۔

10- پختچی

ہر پر گنے میں عامل کا ہم زیر ایک افسر ہوتا تھا جو پختچی کہلاتا تھا۔ وہ مالیہ کے سالان گوشوارے تیار کرتا اور اراضی کا باقاعدہ رسیکارڈ رکھتا تھا۔ قانون گو، مقدم اور پیواری اس کے ماتحت کام کرتے تھے۔

11- سرکار :

صوبوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے سرکاروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ قدم صوبوں میں بغاوت کو روکنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ سرکار میں درج ذیل دو بڑے افسروں کو کرتے تھے:

i- شقدار شقدار ایش

شقدار ایشقدار ایش سرکار میں امن و امان کے قیام کا ذمہ دار تھا اور اس مقصد کے لیے تھوڑی سی فوج اس کے ماتحت ہوا کرتی تھی۔ وہ اپنے علاقے میں سرکشوں کی معیحہ کرنی کرتا۔ سرکاری احکام پر عمل کرتا اور پر گنے کے شقدار ایش کی نگرانی کرتا تھا۔

ii- م Huff صحف منصفان

یہ سرکار میں حج کے فرائض انجام دیتا۔ دیوانی مقیدات کی سماعت کرتا، پر گنوں میں منصفوں کا تقرر کرتا اور ان کے کام کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ پر گنوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنا اور اگر ان کی حد بندیوں کے بارے میں کوئی جھگڑا کھڑا ہو جاتا تو اس کا فیصلہ کرنا بھی م Huff صحف منصفان کے فرائض میں شامل تھا۔

12- پر گنے :

ہر سرکار متعدد پر گنوں پر مشتمل تھی۔ ہر پر گنے میں بہت سے دیہات ہوا کرتے تھے۔ ہر پر گنے میں پانچ افسروں جو موجود رہتے تھے جو وہاں کا انتظام چلاتے تھے:

i- شقدار: یہ پر گنے میں قیام امن کا ذمہ دار تھا۔

ii- صحف: یہ پر گنے میں حج کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔

iii- مقدم (امین): یہ مالیہ وصول کرنے کا ذمہ دار تھا۔

iv- فوطوار: یہ پر گنے میں خزانچی کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔

v- قانون گو: یہ زیر کاشت اراضی کا ریکارڈ رکھتا تھا۔

ہر دیہات میں ایک چوکیدار، پٹواری اور مقدم موجود رہتا تھا۔ چوکیدار قیامِ آسم کا ذمہ دار تھا اور چوروں پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ رات کو گاؤں میں پھرہ دیا کرتا تھا۔ پٹواری زمین کا ریکارڈ رکھتا اور مالیہ کا تخمینہ لگاتا اور مقدمہ مالیہ وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کرواتا تھا۔ ہر گاؤں میں ایک پنچایت ہوا کرتی تھی جس میں عززیں شامل ہوا کرتے تھے۔ وہ مقامی جگہ نہ تھے اور مظلوموں کی دادرسی کیا کرتے تھے۔

مغلوں نے ملک کو سرکاروں، پر گنوں اور دیہاتوں میں تقسیم کر کے مقامی افسروں اور لوگوں کی ذمہ داری بڑھادی اور انھیں انتظام میں شریک کر کے ذمہ داری کا مزید احساس دلادیا۔ مغلوں کے بعد انگریزوں نے بھی اسی انتظام کو برقرار کھا۔

مغلیہ دور میں تاریخ نویسی

1- ترک بابری

ترک بابری، مغلیہ سلطنت کے بانی بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی لکھی ہوئی تاریخ کی مشہور کتاب ہے۔ بابر نے اس کتاب میں اس وقت کے حالات اور مشاہدات بیان کیے ہیں۔ اس کتاب سے بھیں بابر کے دور کے حالات، واقعات اور تاریخ کا علم ہوتا ہے۔ اس کتاب کا شمار اس دور کی مستند کتابوں میں ہوتا ہے۔

2- ترک جہانگیری

مشہور مغل بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر نے اپنی سوانح حیات ترک جہانگیری کے عنوان سے لکھی جو اس وقت کی تاریخ اور حالات پر ایک مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مغل بادشاہوں نے بھی اپنے وقت کی تاریخ بڑے احتیاط سے لکھوائی۔

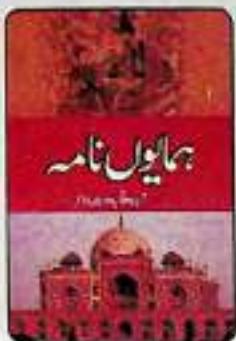
تاریخ بابری



ترک جہانگیری



مغلیہ دور کی دیگر تاریخ کی مشہور کتب میں "ہمایوں نامہ، اکبر نامہ اور بادشاہ نامہ" وغیرہ ہیں۔ ان کتب میں مثل بادشاہوں کے درباروں سے میدان جنگ تک کے حالات و اتفاقات درج ہیں۔ تاریخ کی ان سیٹ میں بادشاہ کی جی زندگی، دربار میں ہونے والی رسمات اور درسرے ممالک کے ساتھ تعلقات وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کتب میں عوامی طرز عمل، اس وقت کے تمدنی حالات، ملک کے جغرافیائی حالات، درباری امور اور منصب داروں وغیرہ کے متعلق بھی معلومات ملتی ہیں۔



مشقی سوالات

(حصہ اول)

1

ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

- پہ صدی میں اسلامی تحریک کے بانی حضرت مجدد الف ثانی 1564ء کو کس مشہور تاریخی شہر میں پیدا ہوئے؟
 - (الف) دہلی
 - (ب) لمان
 - (ج) آگرہ
 - (د) سرہند
- مغلوں کے نظام حکومت میں کس کو مرکزی حیثیت حاصل تھی؟
 - (الف) بادشاہ
 - (ب) وزیر اعظم
 - (ج) دیوان
 - (د) وکیل سلطنت
- مغلیہ دور میں صوبوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے کس طرح تقسیم کیا گیا تھا؟
 - (الف) قبیلوں میں
 - (ب) پر گنڈ میں
 - (ج) دیہات میں
 - (د) سرکاروں میں

۷۔ وقارع نویں کیا کام کرتا تھا؟

(الف) خزانے کی گرفتاری کرنا (ب) صوبوں سے مرکز کو جریں فراہم کرنا

(ج) حج کے فرائض ادا کرنا (د) زمینداروں سے مالی وصول کرنا

۸۔ کس بادشاہ نے ایک قاعدہ مرتب کیا جس میں بچوں کے لیے حروف شناہی کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا؟

(الف) اکبر (ب) جہانگیر

(ج) شاہ جہاں (د) اورنگزیب مالکم

درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

2

i. سکھ مذہب کے بنی کون تھے؟

ii. محل بادشاہوں نے اپنی رعایا کو کیسے وفادار بنایا؟

iii. صدر القدور کے کیا فرائض تھے؟

iv. پر گنے میں کون سے پانچ افسروں موجود ہے تھے؟

v. ہر صوبے میں مرکز کی طرف سے مقرر کے جانے والے دیوان کی ذمہ داریاں کیا تھیں؟

متن کے مطابق خالی جگہ پر کریں:

3

i. پاپر کو جہاں کہیں سے بھی اچھی کتابیں ملتیں وہ اپنے کو بخواہتا تھا۔

ii. پر گنے کا افراعیل کہلاتا تھا۔

iii. دیوان برید کا کام ڈاک کو لانا اور لے جانا تھا۔

iv. شاہ جہاں نے اپنے زمانے میں کئی مادریں کا اپنی جیب سے ادا کیا۔

v. بخشی صوبے میں متحسن فوج کا ہوتا تھا۔

نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں:

- (i) بدھ صیفیر میں اولین اسلامی تحریک کے بانی حضرت مجدد الف ثانی 1564ء کو تاریخی شہر ہند میں پیدا ہوئے۔
- (ii) سکھ مذہب کے بانی بابا گردناٹ 1469ء میں پنجاب کے ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔
- (iii) ہر صوبے میں ایک خزانے کا افسر ہوا کرتا تھا جو فوٹوار کھلا تھا۔
- (iv) صوبوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔
- (v) قانون گوزیر کا شست آراضی کاریکارڈ رکھتا تھا۔

کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم ج	کالم ب	کالم الف
	صوبوں سے مرکز کو خبریں فراہم کرنا	عامل
	پولیس کا سربراہ	نوجدار
	فوچوں کا کمانڈر	فوٹودار
	پر گئے کا افسر اعلیٰ	وقائع نویں
	خزانے کا افسر	کوتوال

(حصہ دوم)

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

- 1 مغل بادشاہوں کی نہیں پالیسی بیان کریں۔
- 2 بھائی تحریک اور دینِ ایمی کے اثرات فتح کرنے میں حضرت مجدد الف ثانی کا کردار واضح کریں۔
- 3 سکھ مذہب کے اہم خذہ و خال بیان کریں۔

-4 مغلیہ وزیر حکومت میں معاشرتی اور ثقافتی حالات کا تجزیہ کریں۔

-5 مغلیہ وزیر میں فن تعمیر کی ترقی پر بحث کریں۔

-6 مغلیہ وزیر کا تعیینی نظام بیان کریں۔

-7 مغلیہ سلطنت کے مرکزی نظام حکومت کی وضاحت کریں۔

-8 مغلیہ سلطنت کا صوبائی نظام حکومت بیان کریں۔

-9 تاریخ نویسی میں مغلوں کے کام پر بحث کریں۔

صریح سوال

1- اپنے آساتھہ اور بزرگوں سے پوچھ کر اپنے علاقے میں موجود کسی تاریخی عمارت کا حال ایک ہجرے میں لکھیں۔

2- اپنے استادوں کی مدد سے پاکستان کے موجودہ تعیینی نظام پر ایک مباحثہ کا اہتمام کریں۔

مغلیہ سلطنت کا زوال

(Mughal Empire: Disintegration)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالبہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:

- جانشی کی جنگ اور بہادر شاہ اول کی تخت نشی سے متعلق بیان کر سکیں۔
- چانوں، راپیتوں اور مرہنوں کے بارے میں بہادر شاہ اول کی پالیسی بیان کر سکیں۔
- سکھوں کا عروج اور جہاں دار شاہ کی کارروائی کا تجزیہ کر سکیں۔
- 1712ء سے 1739ء کے دوران میں مغلوں کی اقتدار کے لیے جدوجہد پر بحث کر سکیں۔
- سندھ میں کلہوڑا اور تال پور خاندانوں کے عروج پر بحث کر سکیں۔
- تاد شاہ کے حملے کا پس مظرا اور اس کے مطابق سامراجی طاقت پر اثرات بیان کر سکیں۔
- مغلیہ انقلابی ڈھانچے میں خرابی بننے والے عوامل پر بحث کر سکیں۔
- مغلیہ مرکزی اتحادی کی کمزوری، بگال، اور وہ اور حیدر آباد جیسی انہر بریاستوں کے قیام کا تختیہ دی جائزہ لے سکیں۔
- جنگ پایا (1757ء) کا پس مظرا اور بگال میں انگریزوں کی اقتدار میں آنے پر بحث کر سکیں۔
- اورنگزیب عالمیر کے بعد کے مغلیہ حکمرانوں کے دور میں ہندوستان کے معاشرتی اور معاشری حالات سے متعلق بحث کر سکیں۔
- پرمخی پاک دہمندیں پوری آقماں اور انگریزوں کی بالادستی کی جدوجہد پر بحث کر سکیں۔

بہادر شاہ اول (شاہ عالم اول)

(1707ء - 1712ء)

بہادر شاہ اول کا اصل نام محمد مظہم تھا۔ وہ 1643ء میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے والد اور جنگ زیب کی وفات کے بعد

جانشی کی جنگ جیت کر 1707ء میں بادشاہ بنا اور بہادر شاہ اول کے لقب سے مشہور ہوا۔ وہ ایک نرم حکماج، رحم دل،

فیاض اور متحمل مزاج حکمران تھا۔ اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے امر اطاعت تور ہو گئے۔ ان امراء میں اسد خاں اور اس کا بیٹا ذوالفقار خاں بھی شامل تھے، جن کے سامنے بادشاہ بے بس تھا۔ امراء کی وجہ سے سلطنت کا نظم و نسق چلانا بیباڑ رشاد کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا انتقال 1712ء میں ہوا۔

جاشنی کی جنگ



اور ہنریب ماں تیر کے تین بیٹے محمد معظم، محمد عظیم اور کام بخش تھے۔ اور ہنریب ماں تیر نے اپنی زندگی میں ہی اپنے تینوں بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر کے نصیحت کی کہ وہ اپنے اپنے حصے کے علاقوں پر حکومت کریں۔ اور ہنریب کی وفات بعد تینوں بھائی اپنے باپ کی جگہ بادشاہ بننے کے لیے تیار ہو گئے اور خانہ جنگلی کی روایت کو برقرار رکھا۔ محمد معظم نے اپنے بھائیوں کو باپ کی نصیحت یاد دلائی اور کہا کہ آؤ سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ محمد عظیم کی باتوں کا اس کے بھائیوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور ہر ایک پورے بندوستان کا حکمران بننے کا خواب دیکھتے رہا۔ چنانچہ جاشنی کے لیے پہلا مرکز محمد عظیم اور محمد عظیم کی افواج کے درمیان آگرہ کے قریب جا جو کے مقام پر ہوا۔ اس جنگ میں محمد عظیم کی فوج کی تعداد زیادہ تھی اور ساز و سامان کے لحاظ سے بھی اسے محمد عظیم پر برتری حاصل تھی۔ اس جنگ میں محمد عظیم کو شکست ہوئی اور وہ میدانِ جنگ ہی میں مارا گیا۔ اسی دوران میں کام بخش نے بیجا پور کے علاقے میں اپنی بادشاہیت کا اعلان کر دیا۔ بہادر شاہ اول اب اس سے پنچے کے لیے ڈگن روانہ ہوا اور 1708ء میں ایک لاٹی میں اسے بھی شکست دی۔ اس لاٹی میں کام بخش اور اس کا بیٹا فیرود ز مندوں کو مارے گئے۔

مرہٹہ سردار سا ہو کی رہائی

بہادر شاہ اول نے منعم خاں کو وزیر مقرر کیا۔ منعم خاں اس کا دیوان تھا اور اس نے حصول تخت میں بہادر شاہ اول کی ہمراپور مدد کی تھی۔ اسد خاں نے اس کے باپ کی وصیت اس کے سامنے پیش کی کہ اسد خاں کو بدستور وزیر کھا جائے۔

اسے دکیل مقرر کیا گیا اور اس کے بینے ذوالقدر خاں کو بخشی اول کا منصب سونپا گیا۔ ذوالقدر خاں نے جائشی کی لڑائی میں محمد عظیم کی حمایت کی تھی لیکن آخری وقت پر اس کا ساتھ چھوڑ کر بہادر شاہ اول کا ساتھ دیا تھا۔ اور گزیب نے مرپڑہ سیوانی کے پوتے ساہو کو قید کر رکھا تھا۔ ذوالقدر خاں شروع ہی سے ساہو کا حامی تھا۔ چنانچہ اس کی سفارش پر ساہو کو برا کر دیا گیا۔ اس نے اپنے آبائی علاقے دکن میں جا کر مرہٹوں کی قوت کو ازسر فومنٹم کیا اور اپنی حکومت کی بحالی کا اعلان کر دیا۔

عائشہ نے پہیس سال کی شدید بحث کے بعد جن قلعوں پر قبضہ کیا تھا ساہو نے چند سالوں میں ان کو واپس لے لیا اور اس کے بعد ایک مرپڑہ حکومت قائم ہوئی جس کے ہاتھوں شمالی علاقوں کا امن دامان بھی حفاظت شد رہا۔ انھوں نے پنجاب اور روئیل کھنڈ کے بعد دہلی میں بھی تباہی چھانی اور مغلوں کے لیے شدید مشکلات پیدا کیں۔ احمد شاہ عبدالی نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کی سرکوبی کر کے ان کا زور ختم کیا۔

راجپوت بغاوت

جب بہادر شاہ اول اپنے بھائی کام بخش سے مقابلہ کرنے کے لیے دکن روانہ ہوا تو راجپوت سردار اجیت سنگھ اور اس کا سُسر راجا جے سنگھ ساتھ تھے لیکن وہ راستے میں سے فرار ہو کر واپس لوٹ آئے۔ انھوں نے میوات پر حملہ کر کے وہاں کے منصب دار سین خاں کو قتل کر دیا۔ بہادر شاہ نے اس کے باوجود بخش معاف کر دیا اور مناصب پر بحال رکھا۔

اجیت سنگھ نے جو دھپور میں محل حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس نے سرکاری افراد کو دہاں سے نکال دیا۔ مسلمانوں کو ستاتا شروع کر دیا۔ گائے کو ذبح کرنے کی ممانعت کر دی، مسجدوں کو تباہ کر کے ان کی جگہ بست خانے بنانے دیے۔ اس کو اودھ پور کے راجپوت راجا کی حمایت بھی حاصل تھی اور اس کا سُسر راجا جے سنگھ بھی اس کی مدد کر رہا تھا۔ شہنشاہ بہادر شاہ اول نے راجپتوں کے خلاف سخت کارروائی کا حکم دیا اور اپنے بیٹے شہزادہ محمد عظیم الشان کو کماںڈر کی حیثیت سے اس مہم کا گمراہ بنایا۔ اس لڑائی میں بہت سارے راجپوت قتل ہوئے۔ ان کے سردار پہاڑوں میں چھپ گئے۔ ان کے بناۓ گئے بست خانے مسما کر دیے گئے۔ جو دھپور اور اس کے اطراف میں سرکاری افراد نے اپنے فرائض سنگھاں لیے۔ قاضی، مفتی، امام اور موذن مقرر کر دیے گئے۔ باشاہ نے اجیت سنگھ اور بھے سنگھ کے ساتھ بخش سلوک کیا اور بخش دوبارہ معاف کر دیا۔

جات قوم اور مغل پالیسی

1695ء میں جانوں نے ایک ہندو زمین دار چرمان (Churaman) کو اپنا مختصر رہنمای فتح کر لیا۔ وہ ایک ریاست بھرت پور کا مہاراجہ تھا۔ اس سے پہلے یہ قوم منتشر تھی۔ چرمان نے جانوں کو بڑے صغار پاک و ہند میں ایک منتظر قوت بنایا۔ جانوں نے ایک شہر سنی (Sinsini) کو اپنا مرکز بنایا اور مغل حکومت کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں۔ 1690ء میں مغل اور اچھوتوں میں مغل فوج نے کارروائی کی اور جانوں کو شکست دی۔ اس سے ان کی قوت منتشر ہو گئی۔ چرمان نے اپنی شکست کا پدر لینے کے لیے مغل بخالف گروہوں سے رابطہ کر کے ایک بڑی فوج جیا کی۔

جانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کے خاتمے کے لیے 1705ء میں مغل فوج نے دوبارہ سنی پر حملہ کیا۔ اس دفعہ بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود جات فتح یا ب ہوئے۔ اس سے جانوں کے خوصلے بڑھ گئے۔ اور انگریز یہ دفات کے بعد چرمان نے مغل کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی ریاست کو پھیلانے کا فیصلہ کیا تاکہ جانوں کو مزید منتظم اور طاقتور بنایا جاسکے۔ 1707ء میں جب بہادر شاہ اول مغل حکمران ہنا تو اس نے جانوں کے بارے میں نرم پالیسی اپنائی۔ اس کے بعد چرمان نے مغل حکومت کے خلاف کارروائیوں کو ختم کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔ وہ بہت سے قیمتی تحائف لے کر بادشاہ بہادر شاہ اول کے دربار میں حاضر ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلا یا۔ 1710ء میں سکھوں کے خلاف سفر کے میں چرمان، بہادر شاہ کے ساتھ تھا۔ وہ بہادر شاہ کے ساتھ لا ہو رہی آیا۔ 1713ء میں بہادر شاہ کی دفات کے بعد چرمان نے خوب دلت اکٹھی کی۔ ان حالات میں چرمان نے اپنی قوم کا جذبہ ابھارا اور اپنی قوت کو بڑھایا۔ 1721ء میں چرمان کا انتقال ہوا۔

سکھوں کا عروج

اور انگریز یہ عالمگیر کی پالیسیوں کی وجہ سے سکھوں نے مغلوں کی خلافت شروع کر دی تاہم بہادر شاہ اول کے دور کے آغاز میں سکھوں اور مغلوں کے درمیان تعلقات نہایت خوشگوار ہو گئے تھے۔ سکھوں کا گرو گوبند سنگھ مغل فوج میں شامل تھا اور سکھوں کی روایات کے مطابق جا جو کی لڑائی اسی کی طاقت سے جیتی گئی تھی۔ بدشمنی سے 1708ء میں دو پنجانوں نے اسے کسی پرانی رنجش کی بنا پر قتل کر دیا۔ گرو گوبند سنگھ کی دفات کے بعد اس کے بعد اس کے ایک ہم مغل مرید نے دو میں



کیا کہ وہ گرد گوبند سنگھتی ہے جو مجرماں طور پر دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آگیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں سکھ قوم کی قیادت کر سکے۔ اُس نے اپنے آپ کو سچا بادشاہ کہنا شروع کر دیا۔ بہت سے سکھ اُس کے حاتمی بن گئے۔ اُس نے دہلی سے پچیس میل دور سونی پت پر حملہ کر کے وہاں کے فوجدار کو ٹکست دی۔ اس فتح نے اسے سکھوں کی توجہ کا مرکز بنایا۔ اس کے بعد اس نے چالیس ہزار کی نفری کے ساتھ انبال کے قریب سدھوار پر قبضہ کر کے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے۔ اس کے بعد اس نے سرہند پر قبضہ کر کے وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ سرہند کے بعد سہارن پور میں بھی اسی طرح کے مظالم ڈھانے گئے۔ وہاں سے سکھوں نے جنوب کی طرف بڑھنے کی کوشش کی لیکن سلطان پور کے فوج دار شمس خاں خویہنگی نے اس کی پیش قدمی روک دی۔ جہاں دار شاہ کے زمانے میں سکھوں کو کئی مقامات پر ٹکست کا سامنا کرتا تھا اور ان کی قوت منتشر ہو گئی۔ بحر حال سکھ مغلیہ حکومت کے لیے وہاں جان بنے رہے اور انہوں نے مغل حکومت کو کافی نقصان پہنچایا۔

بہادر شاہ اول کے دور میں نظم و نسق

1711ء میں لاہور میں مسلمانوں کے داخلی انتشار کا ایک افسوس ناک واقعہ رونما ہوا۔ بہادر شاہ اول نے اپنے وزیر منجم خاں کے نزیر ارشن خلپہ، جمعہ اور راذان میں پکجھ تبدیلی کرنا چاہی جو مسلمانوں کے ایک مکتبہ قلکوٹ کو ناگوار گز ری۔ جمعہ کے روز بادشاہی مسجد میں ایک کثیر تعداد میں لوگ تجمع ہوئے اور اس نے بادشاہ کے اس اقدام کی مراحت کا فیصلہ کیا۔ بادشاہ نے خطبہ میں تبدیلی کا ارادہ تو ترک کر دیا لیکن سات سر کردہ غلہ کو گواہی کے قلمیں نظر بند کر دیا۔ اسی حسم کے واقعات کا اعادہ دہلی اور احمد آباد میں بھی ہوا، جس سے بادشاہ بہادر شاہ اول کی پوزیشن کمزور ہو گئی۔

بہادر شاہ اول (شاہ عالم اول) نزم مزاوج اور عادل حکمران تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر 65 سال تھی۔ اس میں قوت فیصلہ کی تھی۔ وہ معاملات کو نہون کاٹوں رکھنے کا عادی تھا۔ کسی مسئلے پر فیصلہ گئی اقدام کرنا پسند نہ کر جاتا بلکہ معاملات کو ہاں دینا تھا۔ اس کے دور میں نظم حکومت اتنا کمزور ہو گیا کہ شاہی خزانہ خالی ہو گیا تھا۔ بہادر شاہ کی نزم مزاوجی اور بے عملی سے بہت سے امراء اول برداشت ہو گئے اور وہ ملازمت چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ گئے۔ امراء کے درمیان اختلافات بڑھ گئے۔ ان واقعات کے چند روز بعد بہادر شاہ اول بیمار ہو گیا اور 1712ء میں اس دارفانی سے کوچ کر گیا۔



جہان دار شاہ

(1712ء-1713ء)

بہادر شاہ اول کے چار بیٹے تھے، جہان دار شاہ، عظیم الشان، جہان شاہ اور رفیع الشان۔ ان میں عظیم الشان سب سے لائی اور باپ کا چھپتا تھا۔ تاہم وزیر منجم خاں کی وفات اور اسد خاں کے بڑھاپے کی وجہ سے ان کے بیٹے ذوالقدر خاں کو غیر معمولی اثر درستخ حاصل تھا۔ اس نے بھلہر چاروں بھائیوں کے درمیان مصالحت اور تقسیم سلطنت

کے لیے مذاکرات کا آغاز کیا۔ دراصل وہ جہان دار شاہ کا حامی تھا۔ اس نے باقی بھائیوں کو عظیم الشان کے خلاف اتحاد پر آمادہ کر لیا اور تینوں نے مل کر عظیم الشان کے لشکر پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں عظیم الشان اچانک غائب ہو گیا اور وہ پھر مظہر عام پر نہ آسکا۔ اس کے بعد جہان شاہ اور جہان دار کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور بات تصاؤم تک جا پہنچی۔ اس لڑائی میں جہان شاہ توپ کا ایک گولہ لگنے سے بلاک ہو گیا اور اس کی لاش ذوالقدر خاں کے ہاتھ لگ گئی۔ چنانچہ جہان دار شاہ کی فتح کا اعلان ہو گیا۔ رات کی تاریکی میں جہان دار شاہ نے اپنے بھائی رفیع الشان پر بھی اچانک حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس طرح وہ ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ ذوالقدر خاں بطور وزیر تمام اختیارات پر قابض ہو گیا۔

جہان دار شاہ کی گیارہ ماہ کی حکومت تیزی سے زوال پذیر ہوئی۔ وہ خود امور سلطنت سے فارغ عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا، جس سے امور حکومت میں منظور نظر لوگوں کی مداخلت بہت بڑھ گئی۔ تخت کے حصول کی کلکش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ عظیم الشان جب بیگال کا گورنر تھا تو اس کا بیٹا فرخ سیر بیگال میں اپنے باپ کا نائب تھا۔ فرخ سیر نے جہان دار شاہ کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے باپ کی وفات



جہان دار شاہ

کی خبر سن کر 1712ء میں پندرہ میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اسے دونہایت طاقتور سالاروں اور امراء سید حسن علی اور سید حسین علی کی حمایت حاصل تھی جو ال آباد اور پندرہ میں اس کے نائب تھے۔ سید برادران کی مدد سے اس نے جہان دار شاہ کو 1713ء میں ساہ ہو گزہ کی لڑائی میں شکست دی۔ جہان دار شاہ ہجھ کر فرار ہو گیا۔ اس کے وزیر ذوالقدر خاں اور اس کے بوڑھے باپ اسد خاں نے اسے پناہ دی لیکن اپنے اقتدار کو بحال رکھنے کے لیے اسے فرخ سیر کے ہوا لے کر دیا۔ فرخ سیر نے پہلے جہان دار شاہ کو تقدیم میں ڈالا پھر اسے قتل کر دیا۔ اس کے چند روز بعد سازشی وزیر ذوالقدر خاں بھی قتل ہو گیا۔

فرخ سیر

(1713ء - 1719ء)

فرخ سیر 1713ء میں تخت نشین ہوا تو اس نے ان تمام محل شہزادوں کو انداھا کروادیا، جن کے بارے میں اُسے خدش ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے رقیب بن سکتے ہیں۔ ان میں جہان دار شاہ کا بیٹا، محمد عظیم کا بیٹا اور فرخ سیر کا اپنا چھوٹا بھائی وغیرہ شامل تھے۔ اصل اقتدار سید حسن علی اور سید حسین علی کے ہاتھ میں تھا۔ سید حسن علی، قطب الملک عبد اللہ ظفر کے خطاب سے پہ سالار جگ بنا اور سید حسین علی امیر الامر اکے خطاب سے میر بخشی کے عہد سے پر فائز ہوا۔ جہاں تکہ مجرم کے قاضی عبد اللہ کو میر جملہ کا خاص خطاب دے کر بادشاہ کا مصاہب خاص مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنے حُسن سلوک کی وجہ سے بہت سے امراء کو اپنا گروہ میں لایا۔



فرخ سیر

فرخ سیر کے عہد کے اہم واقعات

فرخ سیر کے عہد کا ایک اہم واقعہ نظام الملک بہادر فتح جنگ کا دُن کے صوبیدار کی حیثیت سے تقرر ہے۔ وہ بہت قابل اور بہادر امیر تھا۔ اس نے جاتے ہی دُن کاظم حکومت درست کیا اور ہاں شاہی وقار کو بحال کیا۔ اس نے مرہٹوں کی سرکوبی کی اور انھیں مختلف نیکیں وصول کرنے سے منع کر دیا۔ حکومتی معاملات میں ان کی مداخلت کو کامیابی سے روکا۔ تاہم چند سال بعد نظام الملک کو واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ سید حسین علی کو ہاں کا صوبیدار مقرر کر دیا گیا۔ بعد میں اسی نظام الملک نے دُن میں اپنی آزاد حکومت قائم کی۔

راجبوت راجا اجیت سنگھ بہادر شاہ اول کے زمانہ سے ہی با غایانہ طرزِ عمل اپنائے ہوئے تھا۔ اگرچہ اس نے دو مرتبہ بہادر شاہ کی اطاعت قبول کی تھیں جہاں دارشah کے زمانہ میں وہ پھر باغی ہو گیا تھا۔ فرخ سیر نے سید حسین علی اور اپنے ماموں شاہزادے خاں کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ راجا اجیت سنگھ شاہی لشکر کی خبر پا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑیوں میں مُحکم گیا تاہم بعد میں اس نے اپنے نمائندے بھیج کر معافی مانگ لی۔ اسی دوران سید حسین علی کو اعلام علی کر اس کے مخالفین دکن سے اس کا اقتدار ختم کرنے میں کوشش ہیں۔ حسین علی اجیت سنگھ کی معافی قبول کر کے واپس لوٹ آیا۔

فرخ سیر سید برادران کی مدد سے بادشاہ بنا تھا اور اپنی بادشاہی اقتدار کے نشانے کے لیے اپنی کھاتاں تھا۔ وہ بادشاہ ضرور تھا ایک مصل اقتدار سید برادران کے ہاتھ میں تھا۔ دنوں بھائی اقتدار کے نشانے میں اس حد تک مغرب وہو گئے تھے کہ دوسرے امراء ان سے بدن ہونے لگے۔ سید برادران اور مختلف امراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو گئے۔ اس باہمی کنش سے سید برادران کی وفاداریوں کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ مغل دربار مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ سید صن علی نے ایک ہندو رتن چند بھال کو دو ہزار میں منصب دے کر وزارت کے کچھ انتیارات استعمال کرنے کی جاگزت بھی دے رکھی تھی۔ وہ صرف اپنے اور اپنے آقا کے کام کا لئے میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے برکس قاضی عبد اللہ میر جملہ، عام و خاص سب کے کام کرتا تھا۔ اس نے بادشاہ کے دل میں سید برادران کے خلاف شکوہ و شبہات پیدا کر دیے تھے۔ اب فرخ سیر کی نکسی طرح ان سے چھکارا حاصل کرنے کا سوچ تارہ تھا۔

فرخ سیر کا دور حکومت بحیثیت مجموعی داخلی انتشار اور خارجی کمزور یوں کا دور ہے۔ تاہم اس عہد میں ایک نہایت اہم کام انجام پایا۔ ایک سکھ بندہ یہ راگی جو بہادر شاہ اول کے زمانے میں کہن بھپ گیا تھا۔ وہ اچانک نمودار ہوا اور اس نے شماں پنجاب کے مختلف علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی۔ لاہور کے گورنر عبد الصمد خاں نے اس کا تعائب جاری رکھا۔ اس کا محکانہ تلاش کر کے گورنر اس پور کے قریب اسے اس کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ فرخ سیر کے حکم پر ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس طرح کئی سال تک پنجاب کا سکون برپا کرنے والا فتح تم ہوا۔

فرخ سیر کا قتل

فرخ سیر نے سید برادران سے جان چھڑانے کے لیے احمد آباد کے صوبے دار داؤ دخاں کو خیز پیغام بھیجا کہ وہ سید حسین علی کی اطاعت نہ کرے۔ اگر وہ اس کا مقابلہ کرے اور اسے قتل کر دے تو اسے پورے دکن کا گورنر بنادیا جائے گا۔ 1715ء میں دونوں کے درمیان بہت خون ریز لڑائی ہوئی۔ قوت نے حسین علی کا ساتھ دیا اور ایک گولی لگنے سے داؤ دخاں مارا گیا۔ داؤ دخاں کے مرلنے پر بادشاہ فرخ سیر کو بہت صدمہ ہوا۔

سید حسن علی قطب الملک کے دیوان رتن چند کی طرف سے بادشاہ کی زمینوں میں مداخلات اور شاہی آمدنی سے بے جا تصرف ایک اور جیزاع تھی۔ فرخ سیر نے سید حسن علی سے اپنے دیوان رتن چند کو ممزول کرنے کا مطالبہ کیا جو اس نے نہ مانتا۔ اسی دوران میں دکن سے حسین علی کی من مانی کارروائیوں اور شاہی اختیارات میں مداخلت کی خبریں آ رہی تھیں جو فرخ سیر اور دیگر اسراء کے لیے تکلیف کا باعث تھیں۔

داؤ دخاں میں بدآمنی اور بے چینی تھی۔ عوام کے مسائل حل کرنے کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ میر جملہ کی آگرہ میں موجودگی سے سید حسن علی قطب الملک اور بادشاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گے۔ بالآخر اس نے بادشاہ کے خلاف اقدام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور امیر الامر سید حسن علی کو لکھا کہ دکن سے آفوج لے کر داؤ دخاں کو مدد ملے تو اس کے لئے اپنی فوج اور ساز و سامان کے علاوہ گیارہ ہزار مرہ فوج بھی ساتھ لے آیا۔ سید برادران نے 1719ء میں بادشاہ فرخ سیر کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ اسے انداھا کر کے قید میں ڈال دیا گیا اور دو ماہ بعد قتل کروادیا۔

رفع الدَّرَجات (شاہ جہاں ثانی)

(1719ء)



رفع الدَّرَجات

رفع الدَّرَجات 1699ء میں پیدا ہوا۔ فرخ سیر کی معروضی کے بعد سید برادران نے 1719ء میں اسے تخت نشین کرنے کا اعلان کیا۔ رفع الدَّرَجات بھاری شاہ اول کا پوتا اور رفع اشان کا بیٹا تھا۔ تخت نشین کے وقت اس کی عمر صرف ہیں سال تھی۔

رفع الدَّرَجات دراصل سید برادران کا ایک قیدی تھا اور وہ کافی عرصہ تک جیل میں رہا۔ وہ ایک کٹ پتلی بادشاہ تھا۔ اس کا عہد افراطی اور بے چینی کا دور تھا۔ قریباً تین ماہ بادشاہت کرنے کے بعد 1719ء میں وہ انتقال کر گیا۔

رفع الدَّوْلَة

(1719ء)

رفع الدَّرَجات کی وفات کے بعد بادشاہ گر سید برادران نے رفع الدَّرَجات کے بڑے بھائی رفع الدَّوْلَة کو شاہ جہاں ڈُوم کے لقب سے تخت نشین کر دیا۔ رفع الدَّوْلَة 1696ء میں پیدا ہوا۔ اس کی زندگی کا بڑا حصہ جیل کی تاریک کوئھریوں میں گزارا تھا، جس سے اس کی صحت بہت خراب ہو چکی تھی۔ رفع الدَّرَجات بھی ایک کٹ پتلی بادشاہ تھا، اصل اختیارات سید برادران کے ہاتھوں میں تھے۔ اس کی عمر نے بھی وقار نہ کی اور قریباً چار ماہ حکومت کرنے کے بعد وہ بھی 1719ء میں اس دنیا سے چل بیا۔

محمد شاہ

(1719ء۔ 1747ء)



محمد شاہ

اور انگریز سرکار کا ایک پوتا رoshn اختر تھا، جسے
سید برادران نے فتح پور سکری سے بلا کر ابوالمختار ناصر الدین محمد شاہ عازیز
کے نام سے تخت نشین کیا۔ پہلے چند سال اس کی حیثیت بھی کوئی پتی
بادشاہی کی روی لیکن وہ سید برادران کے مہرے کی حیثیت سے
حکومت کرنے کی بجائے اقتدار چاہتا تھا۔

سید برادران فرخ سیر کے ساتھ ہی برسر اقتدار آئے تھے۔
فرخ سیر کے قتل کے بعد اب ان کی حیثیت بادشاہ گری ہو چکی تھی۔

یکے بعد دیگرے چار بادشاہوں کو تخت پر بٹھانے کی وجہ سے وہ اپنے
آپ کو اصل قوت سمجھتے تھے۔ محمد شاہ ان کی اجازت کے بغیر نہ کوئی فیصلہ
کر سکتا تھا، نہ کوئی فرمان جاری کر سکتا تھا۔ انھیں ہندوؤں، راجپتوں اور

ایرانی امراء کی حمایت حاصل تھی لیکن انھوں نے کوتھوٹ، بدانتظامی اور اپنے طرزِ عمل سے بے شمار لوگوں کو ناراض کر دیا
تھا۔ انھوں نے بہت سے ہندوؤں کو اونچے منصب دے رکھے تھے جو دولت جمع کرنے میں مصروف رہے تھے۔ آہستہ
آہستہ سید برادران کے مخالفوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔

سید برادران کا زوال

محمد شاہ نے سید برادران سے نجات پانے کا فیصلہ کیا تو اس نے نظام الملک سے رابطہ قائم کیا جو اس وقت والوہ
میں تھا۔ اس کے ایسا پر نظام الملک نے دکن کی طرف پیش تھی کہ آغاز کیا۔ سید حسین علی نبیں چاہتا تھا کہ نظام الملک دکن
پر قابض ہو جائے، اس لیے اس نے ایک بڑی فوج اس کے مقابلے کے لیے روانہ کی لیکن نظام الملک نے اسے گھست
دی۔ 1719ء میں سید حسین علی قتل ہوا۔ 1720ء کے آغاز میں سید حسن علی نے بادشاہ کا مقابلہ کیا لیکن گھست کھا کر

گرفتار ہوا۔ دو سال جیل میں گزارنے کے بعد 1722ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح بادشاہ محمد شاہ، بادشاہ گر سید برادران کے کارث سے آزاد ہوا۔

سید برادران کے زوال کے اسباب میں جن امور کی نشان دہی کی گئی ہے، ان میں مغل حکومت کے دشمنوں کے ساتھ نرم روایہ، ہندو نوازی اور سماشی وسائل کی لوث کھٹوٹ وغیرہ شامل تھی۔

راجپوتوں کے ساتھ تعلقات

سید برادران کے خاتمے پر بادشاہ محمد شاہ کو منصب داروں اور گورنرزوں نے مبارک بادوی۔ ہندو راجپوتوں اور مسلمانوں کے درمیان اس زمانے میں ایک وجہ تنازع جزیرہ کا نغاہ تھا۔ جزیرہ وہ لیکس تھا جو اسلامی حکومت غیر مسلم رعایا سے اس کی حفاظت کے معاملے کے طور پر وصول کرتی تھی۔ اور تنزیب نے اس کو ہافذ کیا تھا لیکن اس کے جانشینوں نے اس کو منسوخ کر دیا تھا۔ محمد شاہ کے عہد کے آغاز میں مالی حالات کو بہتر کرنے کے لیے اسے پھر تاذکیا گیا لیکن ہندو راجپوتوں کی مخالفت کی وجہ سے اسے واپس لے لیا گیا۔

نظام الملک کی آمد اور روانگی

سید برادران کے بعد محمد شاہ نے نظام الملک کو دار الحکومت نمایا اور اسے قلم دان وزارت سونپ دیا۔ نظام الملک سخت گیر تنظیم، محیدہ اور اخلاقی ضابطوں کا پابند تھا۔ وہ بے ہودہ اور وقار سے گرے ہوئے درباری ماحول کو ناپسند کرتا تھا۔ نظام الملک نے بادشاہ کا وقار بحال کرنے کے لیے دربار کے آداب و تسلیمات کی بحالی اور بادشاہ کے احکام کی اطاعت پر زور دیا، لیکن مصاہبوں کو نظام الملک کی کوئی بات بھی پسند نہ آئی۔ اسی دوران میں نظام الملک بادشاہ کی اجازت سے دُنیا اور مالوہ میں سرہنوں کی سازش کی خبر آنے پر دکن روانہ ہو گیا اور وہاں اس نے اُمن و امان قائم کیا۔

جاٹوں کی بغاوت

محمد شاہ کے عہد میں جاٹوں نے اکبر آباد کے نواح میں بغاوت گردی اور قتل و غارت شروع کر دی تھی۔ محمد شاہ نے اُن کی بغاوت کو کچلنے کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ شاہی فوج نے جاٹوں کا تعاقب کیا اور وہ اپنے محلہ کا نے چھوڑ کر رزوپوش ہو گئے۔

مرہٹوں کا عروج

نظام الملک نے دکن کو مرہٹوں سے محفوظ رکھا لیکن دوسرے علاقوں میں ان کی کارروائیوں کی مراجحت نہ کی۔ چنانچہ انہوں نے گجرات، بندھل، کھنڈ کے علاوہ کچھ اور علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ شاہی فوج نے ان کو تھکست دی لیکن ان کی قوت ختم نہ کی جاسکی۔ اس کی وجہ شاید شاہی فوج میں مقابلے کے رہجان کی کمی تھی۔ محمد شاہ عیش وغیرت میں مرن ہو گیا، جس کی وجہ سے وہ محمد شاہ رنجیلا کے نام سے مشہور ہوا۔

سنده میں کلہوڑوں (1701ء سے 1783ء تک) اور تالپوروں (1783ء سے 1843ء تک) کا عروج

کلہوڑوں نے سنده اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر 1701ء سے 1783ء تک حکومت کی۔ کلہوڑا حکمران، کلہوڑا عہدی یا کلہوڑا نواب کہلاتے تھے۔ کلہوڑا خاندان میں میاں غلام شاہ کلہوڑا بہت مشہور حکمران ہوئے، جنہوں نے ہندو مرہٹوں کے خلاف 1761ء میں پانی پت کی تیسری جنگ میں احمد شاہ ابدالی کی مدد کی۔ کلہوڑا خاندان کے کئی حکرانوں نے سنده پر حکومت کی۔ اس خاندان کا آخری حکمران عبدالجی کلہوڑا تھا۔ سنده کے ادب، آرٹ اور نظام آب پاشی میں بہتری لانے میں کلہوڑا خاندان نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

1783ء میں ہلانی (Halani) کی لڑائی کے بعد تالپوروں نے کلہوڑوں کی حکومت ختم کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ تالپوروں کا تعلق بلوچ تباک سے تھا، جو سنده میں آباد ہوئے۔ دونوں خاندانوں کی لڑائی کی وجہ سے سنده کا آسمن و امان تباہ ہو گیا۔ آخر کار مغل باشاہ اکبر شاہ تانی نے ایک فرمان جاری کیا، جس کی رو سے میرفع علی خاں تالپور سنده کے نئے حکمران بنے۔ اس طرح ایک خوفناک لڑائی کا اختتام ہوا۔ تالپور خاندان نے 1783ء سے 1843ء تک حکومت کی۔



کلہوڑا خاندان کا بنا یا جراہ کیک قلعہ، سنده



Not For Sale - PESRP

1843ء میں جزل چارلس جمز نپیر (General Charles James Napier) کی قیادت میں انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے تال پور خاندان کا تخت اٹ کر سنده کی حکومت سنھالی۔

نادر شاہ



نادر شاہ

نادر شاہ کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا، جو ان ہو کر ایرانی فوج میں بھرتی ہو گیا اور اپنی خداوار صلاحیتوں کی وجہ سے جلد ہی فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہو گیا۔ ایران میں اس وقت بادشاہت کا ادارہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ طاق تو رام بادشاہوں کو تخت سے ابٹا کر کے کھنپکی شہزادوں کو تخت پر بخادیتے تھے۔ نادر شاہ نے 1738ء میں تخت پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہت قائم کی۔

نادر شاہ کے حملے کا پس منظراً اور اثرات

محمد شاہ رنگیلا کے خلاف نادر شاہ کو کچھ شکایات بھی تھیں مثلاً یہ کہ اس نے نادر شاہ کی حکومت کو تاحال تایم نہیں کیا تھا۔ غزنی اور کابل پر قبضہ کے وقت نادر شاہ کو محمد شاہ کی طرف سے بیانات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ نادر شاہ کے دشمنوں کو محمد شاہ نے پناہ دے رکھی تھی۔ نادر شاہ ایک ہم بخاؤ آدمی تھا۔ اس نے ہندوستان کے داخلی انتشار اور یہاں کے بیش بہا خزانوں کا حوالہ سنا تو فوراً ہندوستان حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے 1738ء میں ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے اس نے پشاور پر قبضہ کیا۔ لاہور کو فتح کرنے کے بعد وہ دہلی کے بالکل قریب پہنچ گیا تو محمد شاہ رنگیلا نے قرباً 2 لاکھ کا لشکر تیار کیا جس کی تنظیم و تربیت کا موقع بھی شہلا۔ محمد شاہ کی شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ نادر شاہ نے محمد شاہ کو قید کر لیا اور دہلی میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ نادر شاہ کی فوج نے تین دن تک قتل عام کیا اور خوب اوت مار کی۔ نادر شاہ محمد شاہ کو حکومت دے کر ہندوستان کے تمام خزانے اپنے ساتھ لے گیا۔ اگرچہ سلطنت مغلیہ بہت سخت جان ثابت ہوئی اور سو سال بعد تک زندہ رہی لیکن نادر شاہ نے اس کی کمر توڑ دی۔

نادر شاہ کے جانے کے بعد محمد شاہ سلطنت کو دوبارہ مستقم کرنے میں ناکام رہا۔ محمد شاہ کے دربار کے اخاطاط کی

وجہ سے امر اور صوبائی گورزوں میں مرکز سے کٹ کر اپنی حکومتیں قائم کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ نظام الملک دکن میں پہلے ہی اپنی حکومت قائم کر چکا تھا۔ بیگان میں نواب ملی وردی خاں آزاد حکومت قائم کیے ہوئے تھا۔ اودھ کا نواب نہ صرف آزاد تھا بلکہ ”وزیر“ ہونے کے ناتے دہلی کے معاملات میں بھی مداخلت کرتا تھا۔ پنجاب میں سکھوں نے نوٹ کھٹوٹ شروع کر کی تھی۔ سندھ میں کلہوڑے اور تالپور ایک دوسرے سے ال جھر ہے تھے۔ مرغٹ طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔ اس طرح محمد شاہ کی حکومت صرف مرکزی علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

محمد شاہ کی حکومت نے آخری سال ایک فتح حاصل کر کے مغل حکومت کے مقابلہ کو کسی حد تک سنبھالا دیا۔ 1748ء میں احمد شاہ ابدالی نے سرہند پر حملہ کیا تو محمد شاہ کے بیٹے احمد شاہ کی قیادت میں ایک شایی فوج نے اس کا مقابلہ کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہونے پر محصور ہو گیا۔ یہ مغل حکومت کی کسی غیر ملکی حملہ اور کے خلاف آخری فتح تھی۔ محمد شاہ رنگیلانے 1748ء میں وقت پائی۔

احمد شاہ

(1748ء - 1754ء)

محمد شاہ رنگیلہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ اس کا باشیں بن۔ وہ سلطنت کے تمام اختیارات ایک افغان خواجہ سرا نواب بہادر جاوید خاں کو سونپ کر عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ عوام کی حالت خراب ہو گئی۔ سکھوں نے پنجاب میں سر اٹھانا شروع کیا۔ حکومت کے دوسرے ڈمنوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے۔ چنانچہ احمد شاہ نے نظام الملک کے ایک پوتے غازی الدین عماز الملک کو وزیر بنادیا۔ غازی الدین عماز الملک بھی کوئی بہتر آدمی ثابت نہ ہوا۔ اس نے اپنے مخالفوں کو دورانے کی پالیسی اختیار کی۔ وزارت پر قدر کرنے کے بعد اس نے مخالفوں کے ساتھ تعلقات بڑھانے شروع کر دیے۔ بالآخر بادشاہ گرنے کے شوق میں اس نے احمد شاہ کو معزول کر کے انہما کر دیا اور 1754ء میں جہان دار شاہ کے ایک بیٹے کو عالمگیر خانی کے لقب سے تخت پر بخادیا۔



احمد شاہ

عالیگیر ثانی

(1754ء - 1759ء)



عالیگیر ثانی

عالیگیر ثانی کا اصل نام عزیز الدین تھا۔ وہ جہان دار شاہ کا پیٹا تھا۔ وہ 1699ء میں پیدا ہوا اور بچپن سال کی عمر میں 1754ء میں تخت نشین ہوا۔ وہ اور نگریب عالیگیر کی طرح نیک و پار سا حکمران تھا اور سلطنت کے احکام کے لیے کئی اقدامات کرنا چاہتا تھا لیکن وزیر عماڑ الملک کے مر ہوں کے ساتھ گھٹ جوڑنے سے مہلت نہ دی۔ سر پہنے وزیر کی مدد سے شمالی ہندوستان کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گئے اور مغلوں کے تخت کو حاصل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ عماڑ الملک نے 1759ء میں عالیگیر ثانی کو قتل کروادیا۔

شاہ جہاں سوم

(1760ء - 1759ء)

عالیگیر ثانی کے قتل کے بعد وزیر عماڑ الملک نے ایک مخل شہزادے کو شاہ جہاں سوم کے لقب سے تخت نشین کروا دیا۔ شاہ جہاں سوم کا اصل نام محبی اللہ اللہ (Muhu-ul-Mulk-ul-Millat) تھا۔ اسی دوران میں عالیگیر ثانی کے ایک بیٹے نے شاہ عالم ثانی کے لقب سے بیمار میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ سبی وہ زمانہ تھا جب احمد شاہ ابدالی نے برصغیر پر اپنا سب سے بڑا حملہ کیا، جس میں اس نے مہمتوں کو پانی پت کی تیری لڑائی میں نکست دی۔ احمد شاہ ابدالی، شاہ عالم ثانی کو جو بیمار میں مقیم تھا، شہنشاہ و بھلی نامزد کر کے واپس لوٹ گیا۔

مغلیہ انتظامی ڈھانچے میں خرابی بننے والے عوامل

مغلیہ انتظامی ڈھانچے میں خرابی بننے والے اہم عوامل درج ذیل تھے:

1- نااہل انتظامی مشینزی

حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے مسلمان آبادی میں سیاسی زمہ داری ختم ہو گئی۔ باصلاحیت افراد کی بجائے طفیلی، خوشنامدی، مگرے، سیاسی نابانغ اور غیر بخیدہ لوگ بادشاہ کے مصائبین میں شامل ہو گئے، جو مغل حکومت کی بات کے بارے میں کم سوچتے تھے، اپنی پوزیشن و دولت کے بارے میں زیادہ سوچتے تھے۔ ایسے ہی لوگ تھے، جنہوں نے نظام الملک کی اصلاح کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور اسے محمد شاہ کے دربار سے مایوس ہو کر دکن کا رُخ کرنا پڑا۔ اس نااہل انتظامی مشینزی کے ساتھ سلطنت کو زیادہ دریک چلانا مشکل ہو گیا تھا۔

2- فوج کی ناقص تنظیم

مغلوں نے ابتدائی دور میں مستقل تحریک و ارفوج کی تکمیل کی تھی۔ اس کے لیے منصب داری نظام رائج ہوا تھا، جس میں تحریک و اتفاقی جاتی تھی، البتہ انعام کے طور پر بعض لوگوں کو جاگیر بھی ملتی تھی۔ منصب دار کے مرنے کے بعد اس کی جاگیر بادشاہ کے قبضے میں چلی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ صورت حال باقی نہ رہی۔ جاگیریں موروثی ہوتی چلی گئیں اور فوجی عہدے مستقل فوج کی بجائے جاگیرداروں اور امراء کو دیے جانے لگے۔

3- وسعت سلطنت

اور گزریہ بیانگیر کے زمانے میں سلطنت مغلیہ کی حدود جنوبی ہند کے آخری سرے تک چاپنچیں۔ برصغیر کی تاریخ میں غالباً سب سے بڑی سلطنت اسی کے زمانے میں تھی۔ شمال اور جنوبی ہند کا کبکار کھانا بہت حد تک نامکن ہو گیا تھا۔ داخلی کمزوریوں کے باعث اور گزریہ بیانگیر کے جاشین وسیع سلطنت کو نہ سنبھال سکے۔

4- جذب علمی و سائنسی تحقیق کی کمی

مغل حکومت کے دور میں علمی و سائنسی تحقیق کی رفتار زمانے سے کم رہی۔ قدیم طرز کا نظام تعلیم چھڑا رہا۔ نئے معاشرتی سائل پر غور و تکریز کیا گیا اور نہ سائنسی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ شاہ ولی اللہ بنجہ دہلوی نے

اس صورت حال کی نشان دہی کی لیکن صدیوں تک انہی تھیں نے ذہنوں کو گلہ کر رکھا تھا۔ یورپی اقوام نے نیا طریقہ جگہ اختیار کیا تو سلطان پاکیوں میں سوار ہو کر مقابلے کے لیے نکلتے تھے۔ بارود کا استعمال مسلمانوں نے شروع کیا تھا لیکن اب یورپ جدید اسلحہ ایجاد کر چکا تھا۔ کبھی سمندروں پر مسلمانوں کی حکمرانی ہوا کرتی تھی، اب مغل حکومت کو ج کے سفر کے لیے یورپی جہاز رانوں اور قرقاؤں سے لائسنس لینا پڑتا تھا۔ معاشرتی مسائل پر غور و فکر کا بھی امت کے اکابرین کو موقع نہ ملا۔ وہ مسلمانوں کے فرتوں کے درمیان اتحاد کی راہیں تلاش کرنے میں ناکام رہے۔

5۔ معاشری بحران

مغل حکومت کے آخری دور میں معاشری بحران بھی نظر آئے لگا۔ بعض اوقات امر اس وجہ سے بھی بروقت اقدام نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے پاس خزانے کی کمی ہوتی تھی۔ صوبوں پر حکومت کی گرفت ڈھیلی ہونے سے صوبوں سے نیکس کی شکل میں رقوم وصول نہیں ہوتی تھیں۔ خانہ حکومت، بار بار حکومت میں تبدیلی اور اوثمار نے تجارت و زراعت پر براثر ڈالا، جس سے مالیات کا نظام متاثر ہوا۔ اس کے باوجود وہ بادشاہوں کے پاس عیش و عشرت کے لیے بے شمار دولت تھی لیکن فوجی نہتات کے لیے وہ رقوم مہیا نہیں کرتے تھے۔

6۔ ناامل حکمران

آخری مغل حکمرانوں میں حکومت کی صلاحیت نہ تھی اور حکومت کسی نہ کسی وزیر یا مشیر کے حوالے کر کے خود عیش و عشرت میں صروف رہتے تھے۔ رشوت نہ صرف امر اور مظہور نظر درباری ہی لیتے بلکہ خود بادشاہ بھی نذرانے اور پیش کش کی صورت میں رشوت لیتا تھا۔ کوئی شخص ایک خلیفہ قم نذرانہ کے طور پر پیش کر کے منصب دار یا صوبیدار بن جاتا تھا۔

7۔ سکھوں، مرہٹوں اور راجپوتوں کی بیداری

مغلوں کے کمزور نظم و نسل کے باعث سکھوں نے کئی سال تک پنجاب میں مظالم ڈھائے اور مسلمانوں کی جان و مال اور نہب کو بہت لقصان پہنچایا۔ مغل حکمرانوں کے لیے ایک لمبی تکلیف تھا لیکن انہوں نے اس سے کوئی ہبہت حاصل نہ کی۔ مرہٹوں نے شروع میں دُکن کے مسلمان حکمرانوں کے پاہی بن کر فوجی تربیت پائی پھر انھیں کی دولت پر ہاتھ مصاف کر کے اپنے لیے دہائل پیدا کیے۔ جب ضرورت ہوئی وہ سلطنت مغلیہ کے قلعہ بن جاتے، جب موقع ملتا تو بغاوت پر اتر

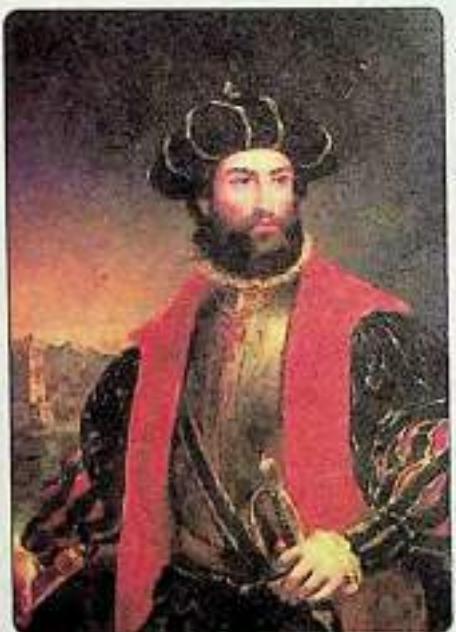
آتے۔ اگر احمد شاہ ابدالی پانی پت کی تیسری لڑائی میں ان کی قوت ختم نہ کرتا تو وہ ہندوستان کے نئے حکمران ہوتے۔ راجپوت جو کبھی مثل حکمرانوں کے قریبی رشتہ دار تھے، مرکزی حکومت کو کمزور کرنے میں پیش پیش تھے۔ یہ مرہٹوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں ان کے مدگار ثابت ہوئے اور جہاں کہیں بغاوت کو دبانے کی فوندہ داری ان پر پڑی تو انہوں نے باغیوں سے صلح کی تجویز پیش کی۔

8- غیر ملکی حملے

اگرچہ مثل حکومت کا زوال 1707ء کے بعد بہت تیزی سے آیا، اس کے باوجود اس کی جزیں اتنی گہری تھیں کہ اس کو ختم ہونے میں مزید ڈیر ہ سو سال صرف ہوئے۔ 1739ء میں نادر شاہ نے دہلی کی ایسٹ سے اینٹ مجاہدی۔ تین روز تک قتل عام کیا، تمام شاہی خزانے، تخت طاؤس، کوہ نور ہیرا، یہاں تک کہ اچھے اچھے مصوری اور آرٹ کے نمونے تک ساتھ لے گیا۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں سے بھی مغلیہ حکومت بہت کمزور ہو گئی تھی۔

یورپی اقوام کی جنوبی ایشیا میں آمد

عرب تاجر دنیا کے مختلف ملکوں میں تجارت کے لیے آتے جاتے رہتے تھے اور اپنا سامان بیچ کر دہاں سے مقابی اشیا خرید کر واپس آتے تھے۔ عرب تاجر جنوبی ایشیا کا سامان تجارت کی غرض سے یورپ لے جاتے تھے اور اس طرح آنے جانے سے ان کے تعلقات یورپ کے ساتھ بھی اچھے اور خوش گوار ہو گئے تھے۔



باشکوٹے بھائی

یورپی تاجروں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بھی جنوبی ایشیا کا تجارتی مال لا کر فروخت کریں۔ اس زمانے میں مخفی کا سفر بہت مشکل تھا، جبکہ بحری سفر بہت آسان اور آرام دہ تھا۔ یورپی جہاز ران اب یہ چاہتے تھے کہ وہ بحری راستے تلاش کریں۔ 1498ء کے آخر میں واسکو ڈے گاما جو کہ ایک بہت مشہور پرستگیری جہاز ران تھا، مشرقی افریقہ کی بندرگاہ ماڈلڈی پہنچ گیا۔

مالندی میں داسکوڈے گاما کی ملاقات ایک عرب چہاز ران سے ہوئی، جس کی راہ نمائی میں وہ بھیرہ عرب کو پار کر کے کالی کٹ کی بند رگاہ پر بیٹھ گیا۔ جب یہ بحری راستہ معلوم ہو گیا اور زندیا کے اکثر مالک کو اس کا پتہ چل گیا کہ اب سفر کرنا آسان ہو گیا ہے تو سب سے پہلے پہنچیری تاجروں نے جنوبی ایشیا کا رخ کیا اور تجارت میں خوب منافع کیا۔ اس کے بعد انگریزوں اور فرانسیسی تاجروں نے بھی تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انگریز تو پہلے ہی یہ چاہتے تھے۔ کہ انھیں کوئی آسان راستہ ملے تو وہ خود تجارت شروع کر دیں۔ بحری تجارتی راستے معلوم ہونے کے بعد یورپی اقوام میں انگریز جنوبی ایشیا کی تجارت پر چھا گئے اور تجارت میں سب سے آگے نکل گئے۔ فرانسیسی، ولندیزی اور پہنچیری پیچھے رہ گئے۔ انگریز آہست آہست سیاست پر بھی اثر انداز ہونے لگے اور انھوں نے سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ جنوبی ایشیا کے سیاسی حالات اچھے نہیں تھے۔ اندر ورنی طور پر شورشیں شروع ہو گئی تھیں اور سب سے زیادہ خطرناک کام صوبوں کی خود مختاری کا تھا، جس کی وجہ سے مرکز کمزور ہونے لگا۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر بہت کمزور ثابت ہوا اور وہ کسی چیز کا مقابلہ نہ کر سکا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام (1600ء)

انگریزوں نے اندر ورنی سیاست سے پورا فائدہ اٹھایا اور وہ آخر کار اس نظر پر آہست آہست قبضہ کرتے گئے اور ہندوستان برطانیہ کی نوازادی بن کر رہ گیا۔ حکومت برطانیہ سے اجازت نامہ حاصل کر کے انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی، جن کا ظاہری مقصد ہندوستان سے تجارت کرنا اندر ورنی طور پر ہندوستان پر قبضہ کرنا مقصود تھا۔



شہنشاہ جہاں گیلر نے کمپنی کو بہت سی مراعات دیں اور بہت سارے تجارتی تکمیلیں بھی معاف کر دیے، جس کی وجہ سے انگریز بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کو اب تجارت میں زیادہ فائدہ نظر آنے لگا اور انھوں نے تجارتی کوٹھیاں بھی قائم کر لیں۔ جب شاہ جہاں کا عہد حکومت شروع ہوا تو انگریزوں نے کوشش کر کے مزید تجارتی مراعات حاصل کر لیں یہکوسون میں مزید چھوٹ لے لی اور

مال پر ذیوئی کی شرح بھی کم کر دی گئی۔ بُر صیر میں مغلوں کی حکومت رفت رفت بہت کمزور ہوتی گئی کیونکہ اور نگریب عالمگیر کے بعد آنے والے بادشاہ کمزور تھے۔ ان کا سلطنت پر کنڑوال نہ تھا اور انتظامی ذمہ داریاں اچھی طرح انجام نہ دے سکے۔ ملک میں اندر ہونی خلفشار شروع ہو گیا۔ اگریزوں نے ان سیاسی حالات کا پورا پورا فاکنڈہ اٹھایا اور بُر صیر کے کچھ حصوں اور علاقوں پر اپنا قبضہ جھالایا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی کرنٹی بھی جاری کی۔ اب ان کو مکمل یقین ہو گیا کہ وہ دن دوسریں جب وہ پورے بُر صیر کے مالک ہوں گے۔

غیر ملکی تسلط کے خلاف مراجحت

بُر صیر پاک و ہند میں اگریزوں کا عمل خلی بہت زیادہ ہونے لگا۔ یہاں کے مسلمان حکمران اگریزوں کے تحت خلاف ہو گئے اور انہوں نے اگریزوں کو اپنے ملک سے نکالنے کی کوششیں تیز تر کر دیں۔ اب مسلمانوں کو اس بات کا پچھا یقین ہو چکا تھا کہ وہ ملک پر قبضہ کرنے والے ہیں۔ مسلمان حکمران اپنے ان عزم میں کامیاب تونہ ہو سکے مگر پھر بھی ان حکمرانوں نے اگریزوں کا ذات کر مقابلہ کیا۔ ان حکمرانوں میں سراج الدولہ، بیر قاسم، حیدر علی اور نیپو سلطان شہید وغیرہ سر فہرست ہیں۔

بنگال، اودھ اور حیدر آباد میں خود مختار حکومتیں

اور نگریب عالمگیر کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے کی مغل حکمران تبدیل ہوئے، جس سے مرکزی حکومت انتہائی کمزور ہو گئی۔ کئی صوبوں کے گورنزوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ان صوبوں میں بنگال، اودھ اور حیدر آباد وغیرہ بہت اہمیت کے حامل تھے۔ بنگال میں مرشد قلی خاں، اودھ میں سعادت علی خاں اور حیدر آباد کن میں قرالدین نے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔ ان صوبوں کی خود مختاری سے دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی کیونکہ یہ صوبے جنزاً فیما، سیاسی اور معاشری ناظم سے خاص اہمیت رکھتے تھے۔

جنگ پلاسی (1757ء)

علی وردی خاں کے بعد اس کا نواس سراج الدولہ بنگال کا نواب بنا۔ اس وقت اگریزوں کا تعلق مغل بادشاہوں کے ساتھ بس صرف نام کا ہی تھا۔ اگریز شروع ہی سے بُر صیر پر قبضہ کرنے کے تعلق سوچنے رہتے تھے۔ اگریزوں نے ان

لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جو اندر سے نواب سراج الدولہ کے خلاف تھے۔ ان لوگوں میں ہندو بھی شامل تھے جو انگریزوں کا دم بھرتے تھے۔

علی وردی خاں نے انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے بہت ساری مراعات دی تھیں اور انہوں نے اپنی تجارتی کو نصیان بھی بنالیں تھیں، مگر علی وردی خاں نے قلعہ بندی کی اجازت نہ دی تھی۔ علی وردی خاں کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اجازت دے کر اس کے کیا نتائج نکلیں گے۔ علی وردی خاں کی وفات کے بعد انگریزوں نے قلعہ بندیاں شروع کر دیں۔ نواب سراج الدولہ نے وقت کی نزاکت دیکھتے ہوئے حملہ کر کے ان کی تجارتی کوٹھیوں پر قبضہ کر لیا۔ نواب سراج الدولہ کے اس عمل سے انگریزوں کو خفت ذات محسوس ہوئی اور انہوں نے سراج الدولہ سے نجات حاصل کرنے کا عزم کر لیا اور بنگال میں موجود کمپنی کے انگریز افراد سے مدد طلب کی جو اس وقت مدراس (چنائی) میں تھے۔ چنانچہ انگریزوں نے لارڈ کالائیکی قیادت میں فوج بھیجنی۔ اس کا علم جب نواب سراج الدولہ کو ہوا تو وہ اس کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ پلاسی کے میدان میں 1757ء کو دو نوں فوجیں آئے سامنے آگئیں۔



نواب سراج الدولہ

سراج الدولہ کا سپر سالار میر جعفر تھا۔ انگریزوں نے بھاری رشوت اور حکمرانی کا لائیج دے کر اس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ میر جعفر کے انگریزوں کے ساتھ ملنے کی وجہ سے نواب سراج الدولہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ میر جعفر کے بیٹے میرن نے نواب سراج الدولہ کو شہید کر دیا۔ میر جعفر تاریخ میں مذکور مشہور ہوا۔ انگریزوں نے میر جعفر کو خدا ری کے عوض بنگال کا حاکم بنادیا۔ حکومت پا کروہ بہت خوش ہوا۔ میر جعفر نے انگریزوں کو بہت سی ناجائز مراعات دیں۔ اس کے علاوہ کمپنی کے اعلیٰ افسران کو بہت سارے تھنے تھا کاف رشوت کے طور پر دیے۔

مشقی سوالات

(حصاول)

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

۱۔ بہادر شاہ اول کس کن میں پیدا ہوا؟

(الف) 1593ء (ب) 1643ء

(ج) 1707ء (د) 1713ء

۲۔ 1713ء میں کون تخت شیخی کیا?

(الف) فرخ سیر (ب) بہادر شاہ اول

(ج) محمد شاہ (د) رفیع الدولہ

۳۔ 1739ء میں بہادر شاہ نے کس نسل کی?

(الف) ولی (ب) آگرہ

(ج) لاہور (د) بیگال

۴۔ سران الدولہ کا پیسہ سالار کون تھا؟

(الف) میر قاسم (ب) احمد شاہ

(ج) میر جعفر (د) میرن

۵۔ واکٹو کے کام کون تھا؟

(الف) ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم

(ج) پنجیزی جہاز راں (د) عرب تاجر

درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں :

2

- i. محمد شاہ نے سید برادران سے کیسے نجات حاصل کی؟

- ii. غیر ملکی تسلط کے مراحت کرنے والے حکمرانوں کے نام لکھیں؟

- iii. محل حکومت کے آخری دور میں کس طرح معاشی بحران پیدا ہوا؟

- iv. بیگال، بادشاہ اور جیدر آباد جیسی اہم ریاستوں کا قیام کیسے عمل میں آیا؟

- v. سندھ میں کامبوزا اور تالپور خاندان کیسے بر سر اقتدار آئے؟

متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں :

3

- i. محمد شاہ رحیلہ اکی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ اس کا بنا۔

- ii. نادر شاہ نے 1738ء میں تخت پر قبضہ کر لیا اور نادر شاہ کے نام سے باشناہ بنا۔

- iii. اور انگریز یہ عالمگیر کی وفات کے بعد یکے بعد دیگر کئی محل تبدیل ہوئے۔

- iv. فرخ سیر کی مدد سے باشناہ بنا تھا۔

- v. علی دردی خاں کے بعد اس کا نواسہ بیگال کا نواب بنا۔

نچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں :

4

(i) بہادر شاہ اول کا اصل نام محمد مظہم تھا۔

(ii) مغل بادشاہ جہانگیر نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر بڑے صغار میں کاروبار کرنے پر پابندی لگادی۔

(iii) عالمگیر ہانی کے قتل کے بعد وزیر عاز المک نے ایک مغل شہزادے کو شاہ جہاں سوم کے لقب سے تخت نشین کروادیا۔

(iv) اور انگریز یہ عالمگیر کی وفات کے بعد مغل حکومت مضبوط ہوئی۔

(v) مغلوں نے ابتدائی دوسری مستقل تحریکوں اور فوج کی تکمیل کی تھی۔

کالم اف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم ج	کالم ب	کالم اف
	1757ء میں لڑی گئی۔	فرخ سیر
	تیرہی لڑائی میں مرہٹوں کو شکست دی۔	عالمگیر ہانی کا اصل نام
	صرف گیارہ ماہ حکومت کی۔	احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی
	عزیز الدین تھا۔	جنگ پلاسی
	1713ء میں تخت نشین ہوا	مغل بادشاہ جہان دارشاہ نے

(حصہ دوم)

متن کے سطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

- 1 بہادر شاہ اول کی تخت نشیں کا حال بیان کریں۔
- 2 جاؤں، راجپتوؤں اور مرہٹوں کے بارے میں بہادر شاہ اول کی پالیسی بیان کریں۔
- 3 سکموں کے خلاف جہاں دارشاہ کی کارروائی کا تجزیہ کریں۔
- 4 1712ء سے 1739ء کے دوران مغلیہ حکومت کا حال بیان کریں۔
- 5 جنگ پلاسی (1757ء) کا پس منظر اور بنگال میں انگریزوں کے انتہا ریں آنے پر بحث کریں۔
- 6 نادارشاہ کے حملے کے مغلیہ طاقت پر اثرات بیان کریں۔
- 7 مغلیہ انتظامی ڈھانچے میں خرابی بننے والے عوامل پر بحث کریں۔
- 8 ہندوستان میں یورپی اقوام کی بالادستی کی جدوجہد بیان کریں۔
- 9 اور انگریب عالمگیر کے بعد کے مغلیہ حکمرانوں کے ذریں میں بیرونی پاک دہند کے معاشرتی اور معاشی حالات کا تجزیہ کریں۔

چیزیں

- 1 مغلیہ حکومت کے زوال کے اسباب کے موضوع پر ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔
- 2 جنگ پلاسی (1757ء) پر ایک مباحثہ کا اہتمام کریں۔

مغلیہ سلطنت اور انگریزوں کا عروج

(Mughal Empire: Ascendancy of the British)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالبے کے بعد طلب اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:

بڑھنے پاک و ہند میں احمد شاہ عبدالی کی آمد، مسلم امراء اور مردوں کی شورش پر قابو پانے کے لیے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کردار کو بیان کر سکیں۔

بچ بکر کے نتائج اور بگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو دینے جانے والے دیوانی حقوق کی وضاحت کر سکیں۔

آخری دو خل پادشاہوں اکبر شاہی اور بہادر شاہ ظفر کے عہد حکومت میں مغلیہ سلطنت کے حالات کا تجزیہ کر سکیں۔

بنگاہ اور سرحد (خیرپختونخوا) میں سکھوں کی حکومت کے قیام، روہل کھنڈ میں رہلوں کی برتری اور دکن میں مرہلوں کے استحکام پر بحث کر سکیں۔

حیدر علی کے عروج اور سلطنت خداداد کے قیام کی وضاحت کر سکیں۔

ٹپو سلطان کے اہداف اور انگریزوں کے ساتھ سرٹھا تم جنگ (1799ء) کے حالات بیان کر سکیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، سید احمد شیرازی، تحریک جہاد اور حاجی شریعت اللہ کی تحریکوں میں ان کے کردار پر بحث کر سکیں۔

انہیں صدی یوسوی میں حیدر آباد کن، سندھ، بلوچستان، بنگاہ اور دھن میں انگریزوں کی پالیسی کے اہم نتائج بیان کر سکیں۔

جنگ آزادی (1857ء) کی وجوہات، اہم واقعات اور نتائج پر بحث کر سکیں۔

احمد شاہ عبدالی اور پانی پت کی تیسرا جنگ (1761ء)

احمد شاہ عبدالی، نادر شاہ کا سپر سالا رہا۔ 1747ء میں جب ایرانی اُمرا نے نادر شاہ کو قتل کر دیا تو احمد شاہ عبدالی نے افغانستان کے علاقے قندھار میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس نے نادر شاہ کے دارث کی حیثیت سے بنگاہ کی

ملکیت کا دھوئی کیا اور اس دھوئی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے 1748ء میں پنجاب پر حملہ آور ہوا اور پنجاب کے گورنر کو نکلت دے کر آگے بڑھا لیکن مغل بادشاہ احمد شاہ نے اسے سرہند کے قریب نکلت دی۔ اسے دائمی افغانستان لوٹا پڑا۔ اگلے سال اس نے ازسر نو حملہ کیا تو پنجاب کے حاکم نے ایک کشیر قم بطور تاوان جنگ ادا کر کے مسلح کر لی۔ 1752ء میں اس نے تیسرا بار پنجاب پر حملہ کیا اور اس مرتبہ مغل بادشاہ احمد شاہ نے پنجاب اور ملتان پر اس کا قبضہ تسلیم کر لیا۔ 1757ء میں مغل بادشاہ احمد شاہ نے اس سے لاہور و اپس لے لیا تو ابدالی نے دہلی، آگرہ اور اورڈھ پر ملنے کی تائہم وہ جلدی واپس لوٹ گیا۔

پانی پت کی تیسرا لڑائی (1761ء)

اور انگریز عالمگیری و فات کے بعد بڑے صیغہ میں حالات بہت خراب ہو گئے تھے۔ مرپٹے اور سکھ مسلمانوں اور

ان کی حکومت کے خلاف ہو گئے تھے۔ مغلیہ سلطنت کمزور ہونے لگی اور بدآمنی عام ہو گئی۔ ہر طرف فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام اور مسلمانوں کا وجود خطرے میں نظر آنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے افغانستان کے احمد شاہ ابدالی کو مرنوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔

مرہتوں کی بڑھتی ہوئی قوت کے سبب باب کے لیے احمد شاہ ابدالی نے 1761ء میں ہندوستان پر ایک اور حملہ کیا۔ اس نے مرہتوں کو پنجاب سے بھاگنے پر مجبوہ کر دیا، اس کے بعد وہ اپنی فوج کے ساتھ پانی پت کے میدان کی طرف بڑھا۔ مرپٹے بھی اس کے مختار تھے۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنے فوجی دستے بھیج کر دکن اور پانی پت کے میدان کے تمام راستوں کی ناک بندی کر دی

اور مرہتوں کا سلسہ رسد منقطع کرنے کے بعد میدان کا رخ کیا۔ پانی پت کے میدان میں مرہتوں کو عبرت ناک نکلت ہوئی اور ایک وفعہ پھر مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی۔ احمد شاہ ابدالی، شاہ عالم دوم کو جو یہاں میں مقیم تھا، بادشاہ دہلی ناہز دکن کے واپس لوٹ گیا۔



احمد شاہ ابدالی

جگ بکسر (1764ء)

جگ پاہی کے بعد انگریزوں کو غیر ضروری مراعات دینے سے میر جعفر کے خزانے پر مخفی اثرات مرتب ہوئے، جس کے نتیجے میں خزانہ روز بروز خالی ہونا شروع ہو گیا۔ انگریزوں کے مطالبات برائے رشوت زیادہ ہوتے گئے، جن کو میر جعفر پورانہ کر سکا، جس کے نتیجے میں انگریز میر جعفر سے سخت ناراض ہو گئے۔ آخر انگریزوں نے اُسے محظل کر دیا اور اس کے داماد میر قاسم کو اس کی جگہ 1760ء میں بنگال کا گورنر لگا دیا۔ بنگال کے مالی حالات پہلے ہی بہت خراب ہو چکے تھے اور خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ میر قاسم نے کشم چوکیوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا تاکہ سامان تجارت کی اچھے طریقے سے دیکھے بھال ہو سکے۔ اس کے علاوہ اس نے کمپنی کے افران پر مزید پابندیاں لگا دیں۔ اس کی وجہ سے انگریز میر قاسم سے سخت ناراض ہو گئے کیونکہ وہ اپنی ذلت محسوس کرنے لگے تھے۔ چنانچہ انہوں نے میر جعفر کو پھر بایا اور میر قاسم کو ہٹا کر اسے دوبارہ بنگال کا نواب مقرر کر دیا۔



بھر جم

میر قاسم نے اپنے ساتھ شاہ عالم ثانی اور نواب آف اودھ کو ملا کر انگریزوں کے خلاف اعلان جگ کر دیا۔ جب انگریزوں کو اعلان جگ کا پتا چلا تو وہ بھی پوری تیاری کر کے انگریز میرہ بکھر مزدیکی قیادت میں بکسر کے مقام پر 1764ء کو آپنے۔ اس جگ میں میر قاسم کو لکھت ہوئی اور وہ دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی موت گم نامی کی حالت میں 1778ء میں ہوئی۔ بنگال پر قبضہ ہونے کے بعد انگریزوں کے حصے مزید بڑھ گئے۔ اب انگریزوں نے دوسرے صوبوں کو بھی فتح کرنے کے لئے جوڑا شروع کر دیا۔

شاہ عالم ثانی (1759ء - 1806ء)

شاہ عالم ثانی 1728ء میں پیدا ہوا۔ وہ علی گوہر کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ یہ عالمگیر ثانی کا بیٹا تھا۔ اس نے



شہزادہ مغل

1764ء میں بکسر کے میدان میں انگریزوں کے ہاتھوں ٹکت کھائی اور بگال، بہار اور اڑیسہ کے علاقے ایسٹ انڈیا کمپنی کو دے دیے۔ کمپنی نے 26 لاکھ روپے سالانہ سے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ 1772ء میں وہ مرہٹوں کی مدد سے دہلی پہنچا۔ 1788ء میں غلام قاررو رہیل نے شاہ عالم ثانی کو انداز کر دیا اس کے باوجود وہ بادشاہ رہا۔ اُس نے اپنی نظموں کا ایک دیوان بھی لکھا۔ 1803ء میں انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کیا تو شاہ عالم ثانی انگریزوں کا وظیفہ خوار بن گیا۔ 1806ء میں اس کا انتقال ہوا۔



اکبر شاہ ثانی

اکبر شاہ ثانی 1760ء میں پیدا ہوا۔ وہ شاہ عالم ثانی کا بیٹا اور آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ نظر کا والد تھا۔ وہ هرزاں اکبر کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ اس کی حکومت عملاً اس قلعہ دہلی کی حدود تک محدود تھی۔ اس کے دور میں دہلی کی ثقافت نے خوب ترقی کی۔ یہ بھی انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ قرباً 31 سال بادشاہ رہنے کے بعد اس نے 1837ء میں وفات پائی۔



مغل خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ثانی تھا جو بہادر شاہ نظر کے

نام سے مشہور ہوا۔ وہ اکبر شاہ ثانی کا بیٹا تھا۔ وہ بھی انگریزوں کا وظیفہ خوار اور برائے نام بادشاہ تھا۔ جنگ آزادی 1857ء میں لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ بنالیا، مگر حکومت سنجالنا اس کے بس کاروگ نہ تھا۔ جنگ آزادی میں 1858ء میں ختم ہو گئی۔ انگریزوں نے اسے قید کر کے رگون بیجھ دیا۔ اس طرح

سلطنت مغلیکہ کا یہ آخری ٹھہرہ تاچرا غ بھی ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔ رنگوں میں 1858ء میں اس کا انتقال ہوا اور وہ یہی مزار بنا۔ بہادر شاہ ظفر کی شہرت کا ایک اہم پہلواس کا ادبی مقام ہے۔ وہ خود اپنے حاشا عرفا اور فرا کا سر پرست تھا۔ غالباً اور ذوق جیسے غیر اُس کے دربار سے نسلک رہے۔ مومن خان مومن، شیفت اور آزر وہ بھی اسی کی ادبی مجالس کی روشنی تھے۔

پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) پر سکھوں کی حکومت (1801ء - 1849ء)

اٹھارویں صدی کے وسط میں جب مرکز میں مغلوں کی حکومت کمزور ہوئی تو پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) میں سکھوں نے زور پکڑا اور وہ یورے پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) پر قابض ہو گئے۔ سکھوں کی حکومت میں مشہور نام مہاراجہ رنجیت سنگھ کا آتا ہے جو ایک طاقتور حکمران تھا۔ سکھوں نے 1801ء سے 1849ء تک پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) پر حکومت کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سکھوں کی حکومت زوال پذیر ہوتی گئی۔ 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

روہیلہ کھنڈ میں روہیلوں کی برتری اور دکن میں مرہٹوں کا استحکام

روہیلوں کا تعلق افغانستان کے پشتونوں (پنجان) کے مختلف قبائل سے تھا۔ یہ لوگ سترہویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں روہیلہ کھنڈ میں آباد ہو نا شروع ہوئے۔ داؤ دخان اور اس کے منہج بولے میں علی محمد خاں روہیلہ کھنڈ میں پشتونوں کی ریاست کے بانی تھے۔ 1721ء میں داؤ دخان کی وقات کے بعد علی محمد خاں روہیلہ کھنڈ کا حکمران بنا، تو اس وقت مرکزی حکومت محل بادشاہ محمد شاہ کے پاس تھی۔ علی محمد خاں نے مرکزی حکومت کو ٹکیں دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ محمد شاہ نے علی محمد خاں کو سزا دینے کے لیے اپنی فوج کو روانہ کیا۔ علی محمد خاں کو گرفتار کر کے دہلی لایا گیا۔ اس نے بادشاہ سے اپنی سرکشی کی معافی مانگ لی اور اس کو سرہند کا گورنر بنادیا گیا۔ 1748ء میں وہ واپس اپنے علاقے روہیلہ کھنڈ پہنچا اور اپنے کھونے ہوئے علاقے واپس لے لیے۔ علی محمد خاں کی وقات کے بعد روہیلہ کھنڈ میں کئی پشتون روہیلہ سرداروں نے حکومت کی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں روہیلوں نے انگریزوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ آزادی کی ہاتھا کی کے بعد روہیلہ کھنڈ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور گزرب کی وقات کے بعد دکن میں مرہٹوں نے استحکام پکڑا اور وہ ہندوستان کے حکمران بننے کے خواب دیکھنے

لگے۔ انہوں نے محل حکومت کو بہت نقصان پہنچایا۔ پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست دے کر ان کی قوت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

حیدر علی (1761ء - 1782ء)



مشہور مسلمان جرنیل حیدر علی 1720ء میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنی زندگی کا آغاز ایک سپاہی سے کیا مگر اپنی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے وہ سپہ سالار بن گیا۔ میسور کی ریاست پر ایک ہندو راجا حکمران تھا۔ اس کا وزیر ندرراج نای تھا۔ ان دونوں کی آپس میں ٹھنڈی اور ایک دوسرے کے خلاف مجاہد آرائی شروع کروی، جس کی وجہ سے حالات کچھ بگلا گئے۔

حیدر علی نے وزیر ندرراج کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی جاگیر پر چلا جائے کیوں کہ اب وزیر ہنا اُس کے حق میں بہتر نہیں۔ جب وزیر اپنی جاگیر پر چلا گیا تو حیدر علی نے راجا کو معزول کر دیا اور ریاست پر قبضہ کر لیا۔

انگریزوں کا ریاست میسور پر حملہ

مرحلے ایک بہاڑ رقوم تھی مگر وہ بھی حیدر علی سے خوف کھاتے تھے۔ 1767ء میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد نے مل کر میسور کی ریاست پر حملہ کر دیا۔ حیدر علی نے اپنی قابلیت اور فراست سے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو انگریزوں سے الگ کر دیا۔ اب انگریز میدان میں اکیلے رہ گئے۔ حیدر علی نے انگریزوں کو شکست دی۔ شکست کے بعد انگریز بہت خائف ہو گئے اور اندر ونی طور پر حیدر علی کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ اب ان کو اس حقیقت کا پتہ چل گیا تھا کہ حیدر علی ایک بہت بہاڑ اور نہ مٹنے والی شخصیت ہے۔

انگریزوں نے ایک چال چلی اور وہ مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو حیدر علی سے الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب حیدر علی بالکل اکیلہ رہ گیا۔ ان تمام مصائب کے باوجود حیدر علی انگریزوں کے ساتھ لڑتا رہا اور اس کے پاؤں میں لغزش بک ن آئی۔ اس کے علاوہ بھی (بھی) سے آنے والی فوج جو مالا بار پر قبضہ کرنا چاہتی تھی، اس کو بڑی جرأت اور ہمت سے تاکام بنا دیا۔ اس کی زندگی کا پیشہ حصہ انگریزوں کے ساتھ جگ وجدل اور کلکش میں گزر اگر یہ مرد آہن ہر جنگ کا ڈٹ کر

متابلہ کرتا رہا۔ 1782ء میں حیدر علی نے وفات پائی اور بر صغیر ایک بھادر جرنیل سے محروم ہو گیا۔ حیدر علی بہت زیادہ سیاسی بصیرت کا مالک تھا۔

ٹپو سلطان (1782ء - 1799ء)

ٹپو سلطان 1750ء میں بیدا ہوئے۔ وہ ایک نہایت بہادر سپاہی، اچھے سیاست دان اور بہترین منظوم تھے۔ انھیں اس بات کا پوری طرح یقین ہو چکا تھا کہ انگریز مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور وہ مسلمانوں کو ہر قیمت پر ختم کرنے پر تک ہوئے ہیں اور بر صغیر پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے والد حیدر علی کے مشن کو جاری رکھا اور انگریزوں کے خلاف بر سر پیدا کر رہے۔

ٹپو سلطان نے انگریزوں سے نبرد آزمائھونے کے لیے کئی دوسرے مالک سے بھی رابطہ قائم کیے۔ فرانس سے بھی



رابطہ کیا۔ مگر وہاں سے بھی مدد نہیں۔ سلطان نے افغانستان کے حکمران زمان شاہ کے پاس بھی سفر بھیجا۔ مگر وہاں سے بھی کوئی ثابت جواب نہ آیا۔ ٹپو سلطان کے پاس ایران کا شہزادہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر آ گیا۔ آپ نے شہزادے کی بہت عزت کی۔ جب اس کے ایران میں حالات نجیک ہو گئے تو اسے انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔ اس نے مدد کا وعدہ کیا۔ انگریزوں کو اس بات کا پتہ چل گیا تو انہوں نے مهدی علی خاں کو سفارت بنا کر ایران بھیجا۔ اس نے ایران کے باڈشاہ پر اتنا دباؤ ڈالا کہ باڈشاہ خاموش ہو گیا اور اس نے ٹپو سلطان کی کوئی مدد نہ کی۔ انگریزوں نے ایک اور چال چلی۔ انہوں نے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو بھی ساتھ ملا لیا، کیوں کہ انگریز ٹپو سلطان کو ہر قیمت پر ختم اور بر صغیر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

اس کے علاوہ انگریزوں نے ٹپو سلطان کے آہم منصوبوں پر فائز لوگوں کو بھاری روشن دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہ انگریزوں کا ذمہ بھرنے لگے اور انگریزوں کے ہم خیال ہو گئے۔ ٹپو سلطان نے انگریزوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ

کر لیا۔ مرہٹے، نظام حیدر آباد اور بہت سارے لوگ انگریزوں نے اپنے ہم خیال کر لیے تھے۔

1799ء میں سر نگا پٹم میں نیپو سلطان اور انگریزوں کی افواج کے درمیان شدید لڑائی ہوئی۔ اپنوں کی غداری کی



نیپو سلطان کا مقبرہ

وجہ سے نیپو سلطان کو شکست ہو گئی اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے دو بیٹوں کو ریغال بنالیا۔ سلطان نیپو شہید کی شہادت کے ساتھ ہی بزرگ صیفیر کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ آخری وقت میں ایک انگریز نے سلطان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیں۔ نیپو سلطان نے جواب دیا تھا: ”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سال زندگی سے بہتر ہے۔“ نیپو سلطان کی شہادت کے بعد اور میسور کی اسلامی ریاست کے خاتمے کے بعد انگریزوں نے ہجاب، سندھ اور دوسرے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (1703ء - 1762ء)

حضرت شاہ ولی اللہ 1703ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام احمد اور لقب شاہ ولی اللہ تھا۔ آپ کے والد کا نام عبدالرحیم تھا، جنہیں علم اور تکوکاری کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ انہوں نے مدرسہ رحیمیہ بھی قائم کیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور صرف سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔

آپ اعلیٰ پائے کے معلم تھے۔ قرآن اور حدیث کے علم میں گہری سوچ ہو جھر کھتے تھے۔ آپ نے پچاس کتابیں لکھیں۔ ان میں جنتۃ اللہ الباذنس ب سے مشہور ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تعلیم اور تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ اس مقصد کے لیے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کیا، جس کی وجہ سے بزرگ صیفیر میں قرآن مجید اور سمجھانا آسان ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ نے اپنی تحریک کا آغاز اُس وقت کیا جب ہر طرف نا امیدی اور مایوسی کے سائے امداد ہے تھے۔ آپ نے ہندوستان سے باہر کے علاقوں کا دورہ کیا اور اسلامی حکومت کو مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ آپ یہ جان پکے تھے کہ کچھ اور مرتبتے مسلمانوں کے دخن ہیں۔ آپ نے احمد شاہ ابدانی کو ہندوستان پر حملہ کی ترغیب دی۔

آپ نے مسلمانوں کو جہار فی سبیل اللہ کی دعوت دی کیون کہ اس سے پہلے مسلمان آپس کی خانہ جنگیوں اور ریشہ دوائیوں سے بہت نقصان اٹھا چکے تھے۔ آپ نے انھیں اسلامی فوج میں شامل ہونے کی بھی تائیدیں کی۔ آپ نے مسلمانوں کو یاسی طور پر تحدی کرنے کے ساتھ ساتھ دینی خدمات بھی جاری رکھیں۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا جو ”فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن“ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ علم حدیث کے ماہر اسٹاد مانے جاتے تھے۔ آپ نے مجموعہ احادیث موطا امام مالک کی عربی اور فارسی میں شرح لکھی، جسے ”المسنون“ اور ”الصافی“ کہا جاتا ہے۔ آپ نے جہاں سیاسی اور دینی خدمات انجام دیں، وہاں آپ نے معاشرتی برائیوں کو ذور کرنے کی بھی کوشش کی۔ بھی وجہ ہے کہ مدرسہ حسینہ سے کئی اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا۔

آپ کے زمانے میں فرقہ پرسی عام ہو گئی تھی۔ لوگ غلط نظریات میں الجھ کر اصل اسلامی تعلیمات کو بھول گئے۔ ان حالات میں آپ نے مسلمانوں کے اندر اسلامی اقدار کو تعجبوں بنانے کی پھر پور کوشش کی۔ آپ نے مسلمانوں کو تحدی کیا۔ آپ کی تعلیمات کے نتیجے میں مسلمان غیر اسلامی رسم کو چھوڑ کر اسلام کے صحیح پیروکار بن گئے۔ آپ نے 1762ء میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے آپ کی تعلیمات کو جاری رکھا۔

سید احمد شہید اور تحریک جہاد (1786ء - 1831ء)

سید احمد شہید 1786ء میں بھارت کے شہر برلنی میں پیدا ہوئے۔ آپ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے۔ آپ نے ریاضی تعلیم مدرسہ حسینہ دہلی سے حاصل کی۔ آپ نے مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی تبلیغ کے لئے مختلف مقامات کے دورے کے۔ ان دنوں پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) پر سکھوں کی حکومت تھی۔ سکھوں نے مسلمانوں کے ہاک میں دم کر کر کھا تھا۔ آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا۔ سید احمد شہید نے مجاہدین کی ایک فوج تیار کی۔ 1830ء میں پشاور کو فتح کیا گیا۔ یہاں اسلامی قانون نافذ کر دیا گیا اور اشیاء کی ممانعت کر دی گئی۔ مقامی سردار سید احمد شہید کے خلاف ہو گئے۔ مجاہدین نے اکتوبر اور حضروں کے مقامات پر سکھوں کو بکھست دی۔ اس کے بعد سید احمد شہید کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ مجاہدین نے اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔ 1831ء میں بالا کوٹ کے مقام پر مجاہدین اور سکھوں کا آخری مقابلہ ہوا۔

سید احمد اور سید اسماعیل لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد مولوی نصیر الدین دہلوی اور مولوی صادق علی نے آپ کے مشن کو جاری رکھا۔

حاجی شریعت اللہ اور فرانشی تحریک (1781ء - 1840ء)

فرانشی تحریک کے بانی حاجی شریعت اللہ کی تحریک مسلم بھال کی مقبول ترین تحریک تھی۔ اس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ فرانشی مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حجج کو باقاعدگی سے ادا کیا جائے۔ آپ نے بدعاں کے خاتمے کی کوشش کی اور ہندو زمین داروں کے ظالمانہ روایے کے خلاف کسانوں کی حمایت کی۔ آپ کے بعد اس تحریک کو آپ کے صاحبزادے حاجی محمد عرف دودھومیاں نے جاری رکھا۔ دودھومیاں نے فرانشی تحریک کو عوامی بنادیا۔ فرانشی کی بجا آوری کے ساتھ اس تحریک نے کسانوں کے سائل کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ اس تحریک کی وجہ سے سلمان کاشت کاروں میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی کہ انہوں نے ہندو زمین داروں کی دھنس برداشت کرنے سے انکار کر دیا۔

انیسویں صدی عیسوی میں حیدر آباد کن، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور اودھ میں انگریزوں کی آمد

-1- حیدر آباد کن

مغل پادشاہ اور انگریز عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ بہت سی ریاستوں کے حکمرانوں نے مرکز سے الگ ہو کر اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔ حیدر آباد کن ایک ایمیر ریاست تھی۔ 1724ء میں میر قر الدین خان نے نظام الملک آصف جاہ کے لقب سے حیدر آباد کن میں حکومت کی بنیاد رکھی۔ حیدر آباد گن کے حکمران کو نظام کا لقب دیا گیا۔ نظام نے 1857ء کی بھی آزادی میں حصہ نہیں لیا تھا، اس لیے انگریز نظام کو اپنا دوست سمجھتے تھے۔ اس طرح انگریزوں نے 1857ء کے بعد بھی ریاست حیدر آباد میں نظام کی



نظام الملک آصف جاہ

حکومت کو قائم رکھا۔ 1724ء سے 1948ء تک اس ریاست کے سات حکمرانوں نے نظام کے لقب سے حکومت کی۔ 1948ء میں نظام نے بھارتی افواج کے سامنے تھیار ڈال دیئے۔ اس طرح حیدر آباد کی اندریں یونیورسٹی کا حصہ بن گیا۔

2- سندھ

انگریزوں نے تالپور خاندان کو لیکست دے کر سندھ پر قبضہ کیا تھا۔ انہوں نے سندھ کو میتی کا حصہ بنا دیا۔ چارلس نپیر (Charles Napier) انگریز حکومت کا پہلا گورنر بننا۔ مسلمانوں کی چالیس فیصد زرعی زمین ہندوؤں کو دے دی گئی۔ مسلمان رہنماؤں نے سندھ کو میتی سے الگ کرنے کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی 1929ء میں اپنے مشہور چورہ نکات میں سندھ کو میتی سے الگ کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار انگریز حکومت نے 1935ء میں مسلمانوں کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے سندھ کو میتی سے الگ کر دیا۔ انگریزوں کے دور حکومت میں سندھ میں ریلوے کا نظام قائم کیا گیا۔ پرانگ پرنس متعارف ہوا۔ انگریزوں نے نہری نظام قائم کیا اور بہت سے پہلی تغیری کیے۔ اسی دور میں مرا فتح بیک نے علم و ادب پر بہت کام کیا اور سندھ کی تاریخ نکھلھی۔

3- بلوچستان

انگریزوں کی رصیر میں آمد سے پہلے بلوچستان ایک آزاد ریاست تھی۔ یہاں خان آف قلات میر محراب خاں کی حکومت تھی۔ انگریزوں نے 1839ء میں انھیں شہید کر دیا۔ انگریزوں نے بلوچستان کو دو حصوں، برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان میں تقسیم کر دیا۔ برٹش بلوچستان میں کوئی، سی، چاغی، نصیر آباد، جمل، گکسی، بورالائی، ہڑوب، پیشمن، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، ڈیرہ گکتی، نوشکی، کوہلو، بارکمان، ڈھاڑ اور بولان کے ضلع شامل تھے۔ ریاستی بلوچستان میں قلات، سکران، خاران اور سبلیل کی ریاستیں شامل تھیں۔ انگریزوں نے ایک سوچے کچھے منصوبے کے تحت بلوچستان کو پس ماندہ رکھا۔ حریکہ آزادی میں بلوچستان کے عوام نے بلوچستان کو حصہ کر دھلایا۔

1849ء میں سکھوں کو نکست دے کر پنجاب پر اگریز ووں نے قبضہ کیا۔ اگریز ووں کی حکومت میں پنجاب کو ایک خاص مقام حاصل رہا کیونکہ پنجاب نہ صرف اپنی نذائی آجناں کے لیے مشور تھا بلکہ سیاسی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ جگ آزادی 1857ء اگریز ووں کی حکومت کے خلاف برصغیر میں آباد تمام قوموں کی بغاوت تھی جو بہمی اتحاد کی کی اور جامع منصوبہ بندی نہ ہونے کے سبب ناکام ہوئی۔ آخری محل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو مزول کر کے رنگون (برما) بھیج دیا گیا اور ”وقا دار“ حکمرانوں کو تحفظ کا لیقین دلایا گیا۔ اب تک برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی برصغیر پر حکومت کرتی آری تھی، جسے برطانوی حکومت کی طرف سے ہر چیز سال کے بعد چارتر (اختیار نامہ) دیا جاتا تھا، جس کے ذریعے سے بعض شرکاء کے تحت اسے حکومت کا حق اور برطانوی حکومت کی سرپرستی حاصل ہوتی تھی۔ جگ آزادی کے بعد کمپنی کو دیا جانے والا چارٹر منسوخ کر دیا گیا اور ایک نیا قانون 1858ء میں پاس کیا گیا، جس کی رو سے پنجاب سمیت پورے برصغیر کو برداشت تاج برطانیہ ملک و کشوریہ کے تابع کر دیا گیا۔

5۔ اودھ

اوڈھ کی ریاست کے نواب شجاع الدولہ نے 1764ء کی بکسر کی جگ میں میر قاسم کا ساتھ دیا۔ جگ میں نکست کے بعد نواب کو اگریز ووں نے گرفتار کر لیا۔ نواب نے ایک معاهدے کے تحت کچھ علاقوں اگریز ووں کو دے کر صلح کر لی۔ 1765ء میں اگریز ووں نے اوڈھ کے مزید علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ 1767ء میں اوڈھ کے نواب شجاع الدولہ نے وفات پائی۔ اگریز ووں نے نواب کے قابل اور ذین بیٹی کی جگہ اس کے ایک نا اہل بھائی کو اوڈھ کے تخت پر بٹھا دیا۔ یہاں سے ریاست اوڈھ پر اگریز ووں کے کٹپلک حکمرانوں کا آغاز ہوا۔ آہستہ آہستہ اگریز ووں نے حکومت کے معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔ 1856ء میں اگریز ووں نے پوری ریاست پر قبضہ کر لیا۔

جگ آزادی (1857ء)

اگریز برصغیر میں تجارت کرنے کے لیے آئے تھے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے مقامی حکمرانوں کے ساتھ لا ایسا شروع کر

دیں اور ان کی ریاستوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ 1857ء کی جگہ آزادی برصغیر کی تاریخ میں نہایت اہمیت کی حامل ہے، اس لیے کہ اس جگہ کے ذریعے سے برصغیر کے باشندوں نے غیر ملکی سلطنت کے خلاف محمد ہوکر جدو جہد کی، جو تباہی پر ختم ہوئی اور انگریزوں کے اقتدار کے لیے کوئی چیلنج باقی نہ رہا اور دوسرا یہ کہ باہر کے عجبد سے شروع ہونے والے مغلیہ دور کا آخری چراغِ فل ہو گیا۔ اس جگہ کا ایک اور نتیجہ بھی تکالا کہ جگہ کے اختتام پر انگریزوں نے مسلمانوں سے جو غیر مساوی سلوک کیا، اُس سے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ 1857ء میں مسلمانوں کی ہاتھی 1947ء کی کامیابی کا پیش خیس بن گئی۔

جگہ آزادی کے اسباب

کسی بڑے واقعہ یا انقلابی آئندہ اس کی پچھو جو ہات تو فوری نوعیت کی ہوتی ہے اور کچھ کی جزیں تاریخ میں نہایت گہری ہوتی ہیں۔ اسی طرح جگہ آزادی کی فوری وجہ تو گائے اور سو رکی چربی والے کارتوں کا استعمال اور ہندوستانی سپاہیوں سے بدسلوکی تھی لیکن زیادہ تر سماجی، مذہبی، سیاسی اور معاشری اسباب تھے جو پہلے ہی سے موجود تھے، ایک لا وال اندر ہی اندر پک رہا تھا، جو اچانک پھٹ پڑا۔

1- 1857ء تک انگریز ہندوستان کے اکثر علاقوں کے حکمران ہن گئے۔ انگریزوں نے اپنے نوآبادیاتی سلطنت کے علاقوں میں جبر و استبداد کو رکھا۔ انگریزوں کی ان پالیسیوں کی وجہ سے برصغیر کے لوگ بہت بھگ آچکے تھے۔ ان کے دلوں میں انگریزوں کے لیے نفرت پیدا ہو گئی۔ اُنھیں انگریزوں کا بے جا سلطنت پسند نہیں تھا، کیوں کہ یہ ایک فطری امر تھا۔ برصغیر کے لوگوں نے انگریزوں کے سلطنت سے پھر دکارا حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ان کوششوں میں مسلمانوں کا کردار نمایاں تھا۔ جنگ پلاسی، جنگ بکسر اور میسور کی لڑائیوں کے بعد جگہ آزادی ان کوششوں کا خاص مظہر تھی۔

2- مسلمان اور ہندو، انگریزوں کی مذاہب میں مداخلت سے نالاں تھے۔ انگریز ملنگ بعض اوقات دوسرے مذاہب کی عظیم ہستیوں کی بے اذی بھی کرتے تھے۔

3- جگہ آزادی کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ ایک نئی قسم کی بندوق کے استعمال کا حکم نافذ ہوا۔ اس میں ایسے کارتوں کا استعمال ہوتے تھے، جن میں چربی گلی ہوتی تھی اور اس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس میں گائے اور سو رکی چربی استعمال ہوتی تھی، جو مسلمان اور ہندو سپاہیوں کے مذاہب کے خلاف تھی۔ ان کارتوں کو استعمال کرنے سے پہلے دانتوں سے

کا ناپڑتا تھا۔ سپاہیوں نے ان کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ مارچ 1857ء میں ملکت میں سپاہیوں نے اگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی کہ وہ کارتوں اور بندوق چربی کی وجہ سے نہیں چلانا چاہتے تھے۔

4۔ اودھ کے بادشاہ واحد علی شاہ کو بھجوئے کے دست بردار کرالیا اور دہاں کے آتی ہزار فوجیوں کو بے روزگار کر دیا گیا، اس سے بے چینی مزید بڑھ گئی۔

5۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی پالیسیوں مثلاً ٹیکسوں کا ادا نہ کرتا، مال بیغیر کشم کی ادائیگی کے ادھر ادھر بھیجنے، اس سے برصغیر کی مالی حالت کو لفظان پہنچا اور خزان خالی ہونا شروع ہو گیا۔ اس کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ثوٹ کھوٹ، مالیہ کی جبری وصولی اور مختلف طبقات پر ٹیکسوں کی بھرمار سے معاشرے کا ایک بڑا حصہ اگریزوں کے خلاف ہو گیا تھا۔

6۔ 1835ء میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے اگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ اس سے ہندوؤں کو کم لفظان ہوا لیکن مسلمانوں کا پورا نظام بتاہی سے دوچار ہوا، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اس کا شدید روزگار عمل پیدا ہوا۔

7۔ اگریز حکومت نے جاگیرداری کلپر کو پروان چڑھایا اور ایک مراعات یافتہ طبقہ پیدا کیا۔ اس سے اسے حکمرانی میں غاصی مددگاری میکن عوامی سطح پر نفرت پیدا ہوئی رہی۔ برصغیر کے حکمران اپنی رعایا سے اپنے سلوک کرتے تھے اور عوام کو بنیادی سہولتیں نہیں کرتے تھے۔ اگریزوں نے ان مراعات کو ثبت کر دیا۔ زمین داروں سے زمینیں واپس لے لیں۔ مسجدیں اور مندروں کے ساتھ بوز میں تھیں، ان کو بھی ضبط کر لیا گیا۔ مالیہ کی شرح بڑھا دی گئی۔ ان تمام حالات کی وجہ سے برصغیر غربت اور مغلیٰ کا شکار ہو گیا۔ ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمتوں سے محروم کر دیا۔ ہیروزگاری اور دوسرا مسائلے لوگوں کو بھائی بننے پر مجبوئ کر دیا۔

8۔ ایک اگریز فوجی کرٹل نے میرخند کے سپاہیوں کو پریمد کرنے کا حکم دیا اور کارتوں کے استعمال کی تربیت دینا چاہی۔ چند سپاہیوں کے علاوہ سب فوجیوں نے جن میں مسلمان، ہندو اور سکھ بھی تھے۔ انھوں نے یہ کارتوں لینے سے انکار کر دیا۔ فوجی کرٹل نے ان سب فوجیوں کو ایک سال قید بامشقت کی سزا دے دی، جس سے سپاہیوں کے جذبات مزید ہدایت اختیار کر گے۔

جگ آزادی کے واقعات

- 1- 6 مئی 1857ء کو میرٹھ چھاونی میں فوجیوں کے چربی والے کارتوس استعمال کرنے سے انکار پر انھیں مزاں اور انھیں محیث کر قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ اس سے دیگر سپاہیوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ جب انگریز گرجا گمر میں عبادت کے لیے پلے گئے تو سپاہیوں نے جبل پر حملہ کر کے اپنے ساتھی قیدیوں کو رہا کر لیا۔ انھوں نے اسلخ خانے کو نوٹا اور گورے افسروں کو قتل کر دیا۔ جنگ کا اعلان کرتے ہوئے دہلی کی طرف اس عزم سے چل پڑے کہ مغلیہ سلطنت کا وقار بحال کریں گے۔
- 2- دہلی اور ابالہ کی چھاؤنیوں میں بھی بغاوت بھیل گئی اور کئی ہزار ہندوستانی فوجیوں نے دہلی پر تباہ کر کے بہادر شاہ ظفر کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور جزل بخت خاں کی گھرانی میں ایک انتقامی کوشش بنا دی۔
- 3- اُتر پردیش، مدھیہ پردیش اور بہار سے انگریز نکل بھاگے اور آگرہ اور الہ آباد میں قلعہ بند ہو کر رہ گئے۔ شاہ جہاں پور اور بدایوں میں بھی آزادی کے متوالوں نے قبضہ کر لیا۔ عظیم گڑھ اور بہار میں آزادی کا پرچم لہرا یا گیا۔
- 4- کان پور میں مذہبی پیشوانا نا صاحب اور عظیم اللہ خاں نے انگریزوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اسی دوران میں جہانی کی رانی لکشمی بائی نے علم بغاوت بند کر دیا۔ اودھ میں احمد اللہ شاہ اور تواب محل بیگم نے انگریزوں کو مار بھکایا۔ مجاہدین کے دہلی پر قبضے کے بعد برطانوی آفواج نے جزل بخت خاں کی قیادت میں قلعے کو چھڑانا چاہا مگر نکلت ہوئی اور وہ صدمے سے فوت ہو گیا۔ اس کے بعد جزل ریڈنے نے قیادت سنہماں تک نکلت کھا کر مستعفی ہو گیا۔
- 5- اب انگریزوں نے محosoں کر لیا کہ جزل بخت خاں کو نکلت دے کر دہلی پر قبضہ کرنا طاقت سے تو ممکن نہیں تو انھوں نے سازش، رشوت اور بچھوت ڈالنے کے حریبے استعمال کیے۔ جزل بخت خاں کے بازوؤخانے کو ایک غذاء رنے آزادیا۔ مجاہدین ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ بخت خاں اور آخڑی مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔



جہانی کی رانی لکشمی بائی

بخت خاں نے دہلی چھوڑ دی اور نیپال کے پہاڑوں میں ایسا غائب ہوا کہ پھر بھی نظر نہ آیا۔

- 6- دہلی پر دوبارہ قبضے کے بعد انگریزوں نے بہت قتل و غارت کی۔ اس کے بعد انہوں نے جہانی، لکھنؤ اور بریلی پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اس طرح کچھ انگریزوں کی چالاکی اور کچھ اپنوں کی غذہ اری کی وجہ سے آزادی کا خواب ایک صدی تا خیر کا شکار ہو گیا۔

جگ آزادی کے نتائج

- 1- 1857ء کی جگ آزادی منصوبہ بندی کے فھداں، قیادت کی کمی اور ناکافی وسائل کے باوجود جس جذبے سے لڑی گئی، وہ حیرت انگلیز ہے لیکن ناکامی کی بڑی وجہ اپنوں کی غذہ اری اور مطلب پرستی ہے اور اس کے نتائج دیرپا اور ذور رس لٹکے۔
- 2- جگ آزادی کے بعد، یہ اندیا کمپنی کی حکومت ختم کر کے ہندوستان پر ایک واسرائے جو انگریز ہوتا تھا، وہ مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کے پاس تمام اختیارات ہوتے تھے۔
- 3- جگ آزادی میں مسلمانوں کا کردار زیادہ نہ مایاں تھا، اس لیے انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بھی زیادہ تر وہی بنے۔ نہ صرف خریت پسندوں بلکہ عوام اور علماء کرام کو پھن پھن کر قتل کیا گیا۔ ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ ان کو ملازمتوں سے نکال دیا گیا، کاروبار بند ہو گئے اور مسلمانوں کو تباہ و بر باد کر دیا گیا۔ وہ مغلی اور بدحالی کا شکار ہو گئے۔ سرکاری ملازمتوں، تجارت اور تعلیم میں ہندو آگے بڑھ گئے۔



1857ء کی جگ آزادی کا ایک منظر

4۔ مسلمانوں کا ملازمتوں کا کوڈ کم کر دیا گیا۔ سب سے آخر میں مسلمانوں کی باری آتی تھی، چاہے وہ کتنے ہی لائق کیوں نہ ہوں۔ مالیہ کی شرح بڑھا دی گئی۔ مزارع کے حقوق بالکل ختم ہو گئے۔ انگریزوں نے بہت سے نئے تجسس نافذ کر دیے۔

مشقی سوالات

(حصہ اول)

1۔ **ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:**

i. احمد شاہ عبدالی نے 1761ء میں بندوستان پر حملہ کر کے کون کو شکست دی؟

(الف) عجمیں
(ب) مرشدیوں

(ج) انگریزوں
(د) راجپوتوں

ii. 1849ء میں انگریزوں نے عجمیں کو شکست دے کر قبضہ کر لیا:

(الف) پنجاب پر
(ب) بہگال پر

(ج) سندھ پر
(د) میسور پر

iii. 1764ء میں کون سی جنگ لڑی گئی؟

(الف) جنگ کراچی
(ب) جنگ آزادی

(ج) جنگ پلاسی
(د) جنگ بکسر

iv. حضرت شاہ ولی اللہ 1703ء میں کس شہر میں پیدا ہوئے؟

(الف) ملتان
(ب) کلکتہ

(ج) دہلی
(د) لاہور

۔ ۷۔ جگ آزادی کس سن میں لای گئی؟

(ب) 1764ء

(الف) 1757ء

(د) 1767ء

(ج) 1857ء

درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں

2

i- شاہ ول اللہ نے کب وفات پائی؟

ii- محل خاندان کا آخری بارشاہ کون تھا؟

iii- جگ آزادی کی فوری وجہ کیا تھی؟

iv- پنجاب پر سکھوں کی حکومت کیسے قائم ہوتی؟

v- نیپو سلطان شہید کی شہادت کیسے ہوئی؟

متن کے مطابق خالی جگہ پر کریں:

3

i- 1835ء میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے انگریزی کو زبان قرار دیا گیا۔

ii- سید احمد شہید بھارت کے شہر میں پیدا ہوئے۔

iii- حیدر علی نے میں وفات پائی اور بری صفیر ایک بہادر جرنیل سے محروم ہو گیا۔

iv- روہیلوں کا علق کے پشتو نوں (پشمن) کے مختلف تباش سے تھا۔

v- شاہ ول اللہ نے قرآن مجید کا ترجمہ زبان میں کیا۔

یچے دیے گئے جوابات میں درست کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (✗) کا نشان لگائیں:

4

(i) اودھ کی ریاست کے نواب شجاع الدولہ نے 1764ء کی بکسری جنگ میں میر قاسم کا ساتھ دیا۔

(ii) احمد شاہ عبدالی نواب سراج الدولہ کا پہ سالا رہتا۔

(iii) بہادر شاہ ظفر خودا چھاشاعر تھا اور شعر اکا سر پرست تھا۔

- (iv) 1767ء میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد نے مل کر بھگال پر حملہ کیا۔
- (v) انگریزوں کی پیغمبری میں آمد سے پہلے بلوچستان ایک آزاد ریاست تھی۔

کالم اف کو کالم ب سے طاکر درست جواب کالم ج میں لکھیں: 5

کالم ج	کالم ب	کالم اف
	1849ء	شاہ عالم ثانی
	1858ء	ٹپر سلطان
	1760ء	اکبر شاہ ثانی
	1728ء	انگریزوں کا چنگا ب پر قبضہ
	1750ء	جگب آزادی کا اختتام

(حصہ دوم)

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

- i- ہندوستان پر احمد شاہ عبدالی کے صلوٹ کا حال بیان کریں۔
- ii- جگب بکسر کا تجزیہ کریں۔
- iii- آخری دو مغل پادشاہوں اکبر ثانی اور بہادر شاہ تغیر کے عہد حکومت میں مغلیہ سلطنت کے حالات بیان کریں۔
- iv- چنگا ب میں سکھوں کی حکومت کے قیام، روہیل کھنڈ میں روہیلوں کی برتری اور دکن میں مرہٹوں کے استحکام پر بحث کریں۔
- v- غیر مغلی سلطنت کے خلاف حیدر علی کی جدوجہد بیان کریں۔

- vii۔ نپوسلطان کے اہداف اور انگریزوں کے ساتھ رٹا پہم جنگ (1799ء) کے حالات بیان کریں۔
- viii۔ شاہ ولی اللہ در علیہ، سید احمد شہید اور حامی شریعت اللہ کی تحریکوں میں ان کے کردار پر بحث کریں۔
- viii۔ آنسویں صدی عیسوی میں حیدر آباد کن، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور اوہ میں انگریزوں کی پالیسی کے اہم نکات بیان کریں۔
- ix۔ جگ آزادی (1857ء) کی وجوہات، اہم واقعات اور تاثر پر بحث کریں۔

مکاریاں

- 1۔ جگ آزادی کے واقعات کہانی کی شکل میں اپنے ساتھی طلبہ کو سنائیں۔
- 2۔ نپوسلطان شہید کے حالات زندگی پر ایک چارٹ تیار کریں اور جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

فرہنگ

باب 1

معنی	القاظ	معنی	القاظ
بات چیت، کہنا اور سنتا آؤ بھگت کرنا، اچھی طرح پیش آنا	غفت و شنید پہ تپاک	طااقت، قدرت، اختیار لڑائی کے طریقے۔ جنگ کے دادیجی	اقدار فون حرب
چھیلنا، کسی جگہ پر قبضہ کرنا	توسیع پسندی	لکھنے والا۔ تحریر کرنے والا	انٹا پرداز
فوہی، بیگن سے متعلق اشیا	عکری	جس پر اعتبار کیا ہے۔ متبر، مجرم سے کا آدمی	معتد
غلل چانا، شور چانا، ہنگامہ کرنا	اوو چم چانا	تکلیف، بڑے حال میں	خیلی ترشی
عقل مندی، دور کی سوچنا، بکھداری	دورانہشی	سفر، فاصلہ طے کرنا	مسافت
گاؤں زمین، جس سے خزانہ مہل کر لائی جائے	پر گنہ	روک لوک، منع کرنا	ممانعت
آدھا بکر، چار کنال زمین	بگھ	گھر میں لینا، دائرہ باندھنا	محاصرہ
بے جا حالت، طرفداری، پشت پانی	تھب	ترہیت یا نت، سکھا ہوا، مٹھاق	تمحکہ ہوا
دو مکل یا تمن کلو میٹر کا فاصلہ	کوس	دیکھ بھال، استقبال، احترام	آؤ بھگت
بکھرا و بتر بر جوہنا	انتشار	مار پیٹ نہ کرنا، مصلح جوئی	عدم تشدد

باب 2

معنی	الفاظ	معنی	الفاظ
سفر کرنے والا، مسافر، زائر زاویہ، اندر، جموئی جوال، پس مظہر فرمان کی حق، حکم نامے، جنگ نامے مشورہ کرنا۔ مل جانچ کر عمل کالانا درس تربیت گاہ، طرزِ تعلم مضبوط، پائیدار ئین یا شیخے کا کھوکھلاش، پانی چھینٹے کا اوزار روز نامی، داعری، ذاتی یادداشت تحفیض بجالان، احرام کرنا، عزت افزائی کرنا	یاتری تغیر فرمان مشادرت دیستان استوار چیز کاری شوک تجھہ و تعظیسی	آستاد، سکھانے والا کسی پیزی کی قلت ہو جانا وہ عماری جو ہاتھی پر رکھتے ہیں ہاتھی کو چلانے والا، ہانکا اشارہ، امکان، خبر ہونا لغزت کرنا، کسی کوئی اجاہانا اجتہاد کرنے والا، راست لانا لے والا سن مانی کرنے والا، یادداشت اکھنا ہونا، یک جا کرنا، نقطہ پر ادا	اتالیق قطع ہودج ہدایت میش خیر نخفر نحمد مطلق العنان مرکجز

باب 3

معنی	الفاظ	معنی	الفاظ
اسلامی تہذیب، اسلامی معاشرہ زمیں پر ملنے والا لیکن، لگان ستاروں کی چال، سکھنے کی لیماڑتی ہاتھ میں ہونا، دستیاب، حاصل شدہ تحمید کرنے والا، جرج کرنے والا، آخر بحثات، خرچ، لاگت نقشِ دنگار والا، بکڑھا ہوا، کندو کاری چوچے گرنا، زوال آنا، اپنی جگہ پر شدہ ہتا اصیاط کے طور پر شکلی بندو بست کرنا مندیافت، تحقیق شدہ، ذرست	اسلامی تہذیب مالیہ رصد گاہ دسترس نہاد مصارف حصہ تغلیق خطہ ما تقدیم مسئلہ	ذہنی کشادہ، طرفی، درعایت فیض اور برکت، ہاتھی تعمیش کام، صروفیت فیض پاتا، فائدہ ہونا کسی بزرگ کا آستانہ ڈرستی، سیوار، بہتر کرنا نیا، جدید ہونا، دوبارہ ہونا دین سے پھرنا، سیدھا راست چھوڑنا عہادات، طور طریقے، قربانیاں کسی، بخشنے ہونا، بچنا	تمذیقی رواداری فیوض و برکات فضل فیض باب خانقاہ اصلاحی تجددی الحاد شعائر درج

باب 4

الفاظ	معنی	الفاظ
کجا ہوا، تجدیب یافت، تمدن یافت تحت جو شاہ جہاں نے بنایا تھا، سور کی طرح کا تحت انٹشار، خرابی، کلکا	متہدن تحتیت طاؤس خانشار	سرکولی زراع تابید
	سر، کچنا، تادیب، گوشال	
	جھڑا، بڑائی	
	نہ ہونا، غیر موجود، عقا	

باب 5

الفاظ	معنی	الفاظ
قیض، اقتدار حکم و تشدد، زیادتی، قیضہ جانا ہاتھ کھینچنا، چھوڑ دینا، لگ بوجانا بیجان، شخصیت سے متعلق	سلط جزرو استبدار دست بردار شخص	بھادر، دیر، بدل و جان سے لازم نہ والا ماننے والا، نیچے رہنا، حکم بردار الگ کرنا، اقتدار کا چمن جانا غلظی، بھک جانا.
		مرد آئسن
		تائیں
		مزہول
		لغزش